اٹلانٹس
پبلیکیشنز

ناٹا ٹل

انسپکٹر جمشید ٹیم، انسپکٹر کامران مرزا ٹیم اور شوکی برادرز کی مشترکہ مہم

اشتیاق احمد

Atlantis Publications

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند ، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	ناڈ شاڈ
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز 801
اشاعت	جولائی ۲۰۱۶ء
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	240 روپے

ISBN 978-969-601-117-0

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو B-16 سائٹ، کراچی۔
0300-2472238, 32578273, 34268800
ای میل: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

ناڈ شاڈ

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلیکشنز

ایک حدیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے برتن میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ایک شخص نے کہا، میں پانی میں تنکا پڑا ہوا دیکھتا ہوں، فرمایا : اسے پھینک دو ، اس نے کہا ، ایک دم پینے سے میں سیراب نہیں ہوتا ،آپ نے فرمایا، پیالہ اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لو۔

(یعنی درمیان میں سانس لو)

(ترمذی)

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔

☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔

☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

اشتیاق احمد کے قلم سے ابن صفی کی عمران سیریز کا پہلا اور آخری ناول جوانہوں نے فاروق احمد کے ساتھ مل کر لکھا۔ ابن صفی کے اندازِ تحریر میں

اشتیاق احمد کا اپنے پسندیدہ مصنف کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا انوکھا انداز

عمران سیریز کا ایک تحیر خیز اور قہقہہ انگیز ناول

عمران کی واپسی

اشتیاق احمد۔ فاروق احمد

۶۵ واں خاص نمبر

اشتیاق احمد کی زندگی میں شائع ہونے والا آخری ناول۔۔۔

گوادر میں تین ملکی خفیہ اتحاد سازش کے کونسے جال بن رہا ہے۔۔۔

سنکیانگ گوادر موٹروے کے خلاف کیا کھیل جاری ہے۔۔۔

گوادر پورٹ کے خلاف ایک بھیانک منصوبہ۔۔۔

گوادر پورٹ سے خطے کی بڑی تجارتی بندرگاہوں کا کاروبار خطرے میں۔۔۔

لہٰذا گوادر کو برباد کرنے کے لیے ڈنکن مور کی قیادت میں غیر ملکی جاسوسوں کا ایک گروپ پاکستان میں داخل ہو چکا ہے۔۔۔

وزارتِ خارجہ کی سیکرٹ سروس اس منصوبے کا سراغ لگانے کے لیے سرگرم ہے۔۔۔

کیا ایکسٹو کی ٹیم اس سازش کی تہہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکی۔۔۔

آدم بیزار سے ملیے۔۔۔

گوادر کو سوسال کے لیے ناکارہ کرنے کا دل دہلا دینے والا منصوبہ۔۔۔

ایک سچ ایک حقیقت، ایک تلخ کہانی جس کا جال آج بھی ہمارے اطراف بنا جا رہا ہے۔۔۔

یہ ناول پڑھ کر آپ جان جائیں گے کہ:

بلوچستان میں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔۔۔

اشتیاق احمد کے قلم سے ایک جھنجھوڑ ڈالنے والا ناول۔۔۔

کچھ یادیں ... کچھ باتیں

اشتیاق احمد صاحب کی یاد اور محبت میں لکھے جانے والے لاتعداد مضامین ، کالموں اور دل کو چھو لینے والی تحریروں کے سیلاب عظیم کے بیچوں بیچ خس و خاشاک کی مانند بہی جاتی اس بندۂ ناچیز کی ان آڑھی ترچھی لکیروں کی کیا وقعت ... یہاں تو اشتیاق صاحب کے چاہنے والوں کا ایک جم غفیر ہے جو ایک کے اوپر ایک اڈا جاتا ہے ... کون ہے جو ان سے محبت نہیں کرتا ... کون ہے جو ان کی شخصیت کا اسیر نہیں ... ہے کوئی جو ان کی تحریروں سے محبت نہ کرتا ہو ... سب ہی صدقِ دل سے ان کے لیے غم و اندوہ میں ڈوبے ہیں ..

ادھر اپنی حالت کچھ ایسی ہے جو اپنے تئیں ان سے سب سے زیادہ قربت اور اپنائیت کا پرچم اٹھائے رہا ...اردو ادب کے عظیم ترین لیجنڈ اشتیاق احمد کے قدیم ترین قاری ہونے کا دل ہی دل میں دعوے دار رہا ...اڑتیس برس پر محیط اس باہمی دوستی پر نازاں رہا ...فخر رہا کہ انہوں نے میری ہر ضد کے سامنے ہتھیار ڈالے ، اس باپ کی طرح جو اپنے لاڈلے ترین بچے کو چاہنے کے باوجود انکار نہیں کر پایا ...لوگ کہنے لگے تھے کہ تم اشتیاق صاحب سے کہو ، وہ تمہارا کہا نہیں ٹالتے ... خود ستائی کے الزام کے خدشے کے سبب یہ تو نہیں کہنا چاہتا کہ لوگوں کا کہا سو فیصد درست ہے ...اشتیاق بھائی بہت بڑے آدمی تھے جن سے قربت کا دعویٰ بھی جگ ہنسائی سمیٹ لیتا ہے کہ اب وہ کہاں رہے جو کسی دعوے کی تصدیق کریں ...بس یوں سمجھیے اس انگشت نمائی سے دامن بچانے کی غرض سے وہ قرض چکائے جو واجب بھی نہیں تھے ...

میرا ان کا ساتھ ان کی نوجوانی اور میرے بچپن کا تھا ...اور آج جب میں ادھیڑ عمری کی دہلیز عبور کرنے چلا ہوں تو وہ وہ ہنوز نوجوان ہی تھے ،

ان کا قلم جوان تھا ...معاف کیجئے کہ میں ان کو حضرت اشتیاق احمد کہنے سے قطعاً معذور ہوں ... وہ کل بھی میرے لیے اشتیاق بھائی تھے اور ہمیشہ اشتیاق بھائی ہی رہیں گے ...اشتیاق بھائی سے میرا تعلق ان کی کامیابیوں کے دور سے پہلے کا ہے ... اس وقت کا جب انہوں نے اپنا صرف گیارہواں ہی ناول لکھا تھا ...جب ابھی ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی ...جب وہ جگنو کے ایڈیٹر تھے ...اس دور کی یادوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو وقت آنے پر ان کے چاہنے والوں کے لیے سپردِ قلم کروں گا ...

موت برحق ہے لیکن دل اپنوں کے معاملے میں حق کے اس حق کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا ...نومبر ۱۹۷۷ میں اپنے خط کے جواب میں ان کا پہلا خط موصول ہوا اور نومبر ۲۰۱۵ میں وہ فون جس میں یہ اطلاع تھی کہ اب وہ کبھی مجھے فون نہیں کریں گے اور نہ ہی خط لکھیں گے کہ جہاں وہ چلے گئے ہیں وہاں سے نہ ڈاک آتی ہے اور نہ ہیفون جاتا ہے ...بہرحال اللہ رب العزت ہر چیز پر قادر ہے ...

مئی ۱۹۸۰ میں کراچی آئے تو میرے ہی گھر اترے ...اس سے پانچ ماہ پہلے میں ان سے ملاقات کی غرض سے لاہور گیا تو ان کے کرشن نگر والے گھر پر ان سے ملا تھا ... مئی ۱۹۸۰ کا وہ ایک ہفتہ ان کے ساتھ خوب گزرا ...سمندر پر پکنک منائی ، وی سی آر پر فلمیں دیکھیں ، پرانے گانے سنے ، نیوی کے ایک جہاز کے عرشے اور کیبنوں کی سیر کی ،کلفٹن گئے ، قائد اعظم کا مزار دیکھا ...باجی رابعہ مرتضٰی کے گھر گئے ، وہ اپنے بچپن کے دوست سلام اللہ سے بھی ملے ... میری ہی طرح ان کے ناولوں کی دیوانی سیما صدیقی سے بھی خود ہی ملنے ان کے گھر جا دھمکے .. سیما صدیقی کا ہکا بکا چہرہ آج بھی یاد ہے ۔ پھر اپنے ایک انکل کی ہنڈا ففٹی پر ان کو خوب گھمایا بلکہ ڈرایا کہ نئی

نئی سیکھی تھی ، میرے ساتھ موٹرسائیکل پر بیٹھنے سے پہلے آیۃ الکرسی ضرور پڑھتے تھے۔ ٹریفک پولیس کے سارجنٹ سے بچ کر بھاگے تو پیچھے بیٹھے مجھے چلا چلا کر مشورے دیتے رہے کہ دائیں موڑو ، بائیں موڑو ، یہاں سے نکال لو ... پھر بعد میں گھر پہنچ کر دونوں ہنستے ہنستے بے حال ہوگئے ۔ اس سے آئندہ برس اپنے والد بزرگوار مشتاق احمد صاحب مرحوم و مغفور کو حج کے لئے سفینۂ عرب پر سوار کروانے آئے اور پھر لینے آئے تو سیر و تفریح اور ملے گلے کا ایک اور دور گزارا ... ان دنوں کی یادگار تصویریں '' میری کہانی- اشاعت ۲۰۱۳ '' میں شامل ہیں ...

میرے ابا کو انکل اور امی کو آنٹی کہتے تھے ...میرے بچپن کے دوستوں المعروف شنتو اور مانٹو سے بھی گھل مل گئے ... پھر ان دونوں کے کرداروں کو بھی تین ناولوں میں پیش کیا .. .نماز اس وقت بھی نہیں چھٹتی تھی ، طبیعت اس وقت بھی دین کی طرف مائل تھی ، حالانکہ داڑھی اس کے کئی برس بعد رکھی ... صبح چار بجے اٹھ کر لکھنا شروع کر دیتے تھے ، نماز کی ادائیگی کا ان کو ہمیشہ عادی دیکھا ...انگریزی کے جاسوسی ناولوں کے تراجم نہایت شوق سے پڑھتے تھے ... ارل اسٹینلے گارڈنر، جیمز ہیڈلے چیز، اگاتھا کرسٹی ، الیسٹر میکلین ، آئن فلیمنگ غرض یہ کہ سب کو پڑھ رکھا تھا ...ان سب کے لکھنے کی تکنیک سے واقف تھے ... اگاتھا کرسٹی کو خصوصیت سے پسند کرتے تھے ... کہتے تھے کہ سراغرسانی کیا شے ہوتی ہے یہ اگاتھا کرسٹی سے سیکھو...

کراچی آ کر اگر کچھ دیکھنے کی خود خواہش ظاہر کی تو وہ سمندری جہاز تھا ... اس وقت تک جیرال کی واپسی والی پانچ ناولوں کی سیریز لکھ چکے تھے ... پوچھا کہ کیوں دیکھنا چاہتے ہیں ... بولے دل نہیں مانتا کہ بغیر تحقیق کچھ

لکھوں ... جیرال کو مکتبہ اشتیاق کے اولین خاص نمبر (جس کا نام بعدِ ازاں جیرال کا منصوبہ طے پایا) میں دوبارہ سامنے لانے کا رادہ ہے لہٰذا جیرال آئے گا تو سمندر بھی لامحالہ آئے گا اور سمندر آئے گا تو سمندری جہاز بھی ... اس لیے چاہتا ہوں کہ ناول شروع کرنے سے پہلے سمندری جہاز کو اندر سے دیکھ لوں تاکہ جو لکھوں مستند ہو ..یہ اچھے وقتوں کی بات ہے اس لیے یہ کام با آسانی ہوگیا ... کراچی کے ایسٹ وہارف پہنچے ، کار کی ڈکی چیک کروا کر اندر داخل ہوئے ، گودی کے ساتھ کئی جہاز کھڑے تھے ... ایک کے نیچے کھڑے ہو کر ہانک لگائی ... اوپر سے ایک چہرہ دکھائی دیا ... ہم نے کہا اوپر آنا ہے ... اس نے کہا کیوں ؟ ... ہم بولے بس ایسے ہی دیکھنے کا دل ہے ... وہ بولا آجاؤ ! ... یقین کیجئے اس میں ایک لفظ بھی مبالغہ آرائی نہیں ... اب کوئی جا کرتو دکھا دے ...

جب لاہور جانا ہوتا ان کے کرشن نگر والے گھر میں ٹھہرتا ... صبح کا ناشتہ باورچی خانے میں پیڑھی پر بیٹھ کر ہوتا ... اشتیاق بھائی کے ساتھ بھابھی آمنہ اور بچے بھی وہیں ساتھ ہی بیٹھے ہوتے ... بچے بہت ہی چھوٹے تھے ...باتیں اور ناشتہ ساتھ چلتا ... اس وقت بھابھی کہا کرتا تھا... ۲۰۰۳ میں جھنگ جانا ہوا ... طویل عرصے کے بعد بھابھی سے ملاقات ہوئی ... کہنے لگیں ''تجھے دیکھا تھا تو بالکل بچہ تھا ، اب تو تیرے بال بھی سفید ہوچلے ہیں ۔''

اب اشتیاق بھائی کے انتقال پر جھنگ آکر بھابھی کے پاؤں چھوئے تو زبان سے بھابھی کی جگہ '' ماں جی '' نکلا ... پتا نہیں کیوں !... کہنے لگیں تجھ سے تو وہ بہت پیار کرتے تھے ، اسی لیے آخری پانچ دن بھی تیرے ہی ساتھ گزار گئے ...میرے آنسو پلکوں پر آکر ٹک گئے ، رہا سہا بند اس وقت ڈھے گیا جب چھوٹی عائشہ بول اٹھی ...

''وہ آپ کے پاس گئے تھے ، آپ انہیں کہاں چھوڑ آئے۔''

ایک شام پہلے ایکسپو کے دوران کسی سے فون پر بات کر رہے تھے ، اسٹال بند ہونے میں چند ہی منٹ باقی تھے ، ملنے والوں کا رش بھی چھٹ چکا تھا ... میں نے ازراہِ تفنن پوچھا کہ جناب اس بار آپ فون پر کچھ زیادہ ہی مصروف ہیں ۔ اپنے مخصوص انداز میں ہنسے ... پھر بولے ...''او یار جب میں جھنگ سے چلا تھا تو میری سب سے چھوٹی بیٹی عائشہ کی طبیعت خراب تھی ، مجھے روک رہی تھی کہ نہ جائیں، بہت لاڈلی ہے ، مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے ، میں نے کہا کہ جانا ضروری ہے اعلان ہوچکے ہیں اخباروں میں اشتہار لگ چکے ہیں ،نہیں جاؤں گا تو قارئین کو مایوسی ہوگی ، تو کہنے لگی اچھا تو میرے لیے سوٹ لائیے گا ... میں نے وعدہ کر لیا تھا اور یہ دیکھو میں نے اس کے لیے سوٹ لے بھی لیا ہے ۔'' اسی لمحے ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک آئے ، پھر بولے ۔''او یار یہ دیکھو آج تم نے میری آنکھوں میں آنسو بھی دیکھ لیے ... بس اب میرا جی چاہ رہا ہے کہ اڑ کر اپنی بیٹی کے پاس پہنچ جاؤں ، اسی سے بات کر رہا تھا فون پر...''

کاش وہ عائشہ سے مل کر ہی چلے جاتے ... کاش زندگی انہیں چند گھنٹوں کی مہلت اور دے لیتی ...

لاکھ شکر ہے کہ ہمارا ایمان اس ذاتِ پاک کے رحیم و کریم ہونے پر چٹان کی طرح مضبوط ہے ...

ایک بڑے (دروغ گو) کالم نگار کے حرف حرف جھوٹ پر مبنی کالم بعنوان'' مولوی صاحب مرچکے ہیں'' کے چھپنے کے بعد حقیقت سے آگاہی کے لیے میں نے غلام رسول زاہد صاحب کے تعاون سے کراچی ایر پورٹ اے

ایس ایف چیف کے دفتر میں بیٹھ کر تین گھنٹے کی وہ سی سی ٹی وی کیمروں کی تین گھنٹے کی فوٹیج دیکھی جو ان کے ایرپورٹ میں داخلے کے وقت سے ان کے جسدِ خاکی کے ایمبولینس میں روانہ ہونے تک کے لمحہ بہ لمحہ مناظر کا احاطہ کیے ہوئے تھی ... اس سے جہاں ایک طرف یہ واضح ہوا کہ ان کے ساتھ ایر پورٹ پر کسی قسم کی لاپروائی نہیں برتی گئی اور انہیں بھرپور اور ہر ممکن طبی امداد دی گئی وہاں یہ بھی نظر آیا کہ انتقال سے چند منٹ پہلے تک وہ بظاہر بالکل ہشاش بشاش تھے ... بارہ بجے وضو کرنے کے بعد ساڑھے بارہ کے قریب انہوں نے نمازِ ظہر ادا کی ... واپس آ کر اپنی نشست پر بیٹھے ، اس کے بعد مجھ سے موبائل فون پر پندرہ بیس منٹ بات کرتے رہے ... اس دوران کچھ ایسی باتیں بھی کیں جو زندگی میں کبھی نہ کیں ... انداز کچھ نصیحت اور کچھ وصیت والا تھا ... اس وقت یہ احساس نہ ہوا ، بعد میں سوچا تو آنکھیں کھلیں ... ان میں کچھ ہدایات جیسی باتیں بھی تھیں جو میرے ساتھ ہی قبر میں جائیں گی ، اور جن پر عمل کرنے کی میں بھرپور کوشش کروں گا ۔ اس کے بعد کہنے لگے اچھا اب جہاز میں بیٹھ کر فون کرتا ہوں شاید بورڈنگ شروع ہونے والی ہے ۔ اس کے بعد فوٹیج میں ان کو واسکٹ کی جیبوں میں اور ہینڈ بیگ میں کچھ تلاش کرتے دیکھا گیا ... پھر اندازہ ہوا کہ ان کا بورڈنگ کارڈ کہیں گم ہوگیا تھا ، اس کی تصدیق ایرلائن اسٹاف سے بھی ہوئی کہ انہوں نے پہلے ادھر ادھر بورڈنگ کارڈ تلاش کیا ، جائے نماز کی طرف بھی گئے اور بالآخر ایرلائن کی ایک لیڈی اسٹاف نے ان کے لیے دوسرا بورڈنگ کارڈ منگوانے کے لیے وائرلیس پر پیغام بھیجا ... پھر وہ صوفے پر جا کر بیٹھ گئے اور وہیں ان کی طبیعت خراب ہونے لگی ... فوراً ہی ڈیوٹی ڈاکٹر کو طلب کیا گیا ... ڈاکٹر کے پاس اسٹیتھواسکوپ کے علاوہ ، آکسیجن اور دل میں لگانے والے انجکشن کا

انتظام بھی تھا ۔ لیکن وقت آ چکا تھا ... شاید بورڈنگ کارڈ کے گم ہوجانے سے اچانک جو پریشانی ہوئی وہی دل پر بوجھ ڈال گئی اور وجہ بنی ...اڑتیس برس کی رفاقت یوں لمحوں میں صدیوں پر محیط ہوگئی ۔

گر کہیں سفرِ آخرت بھی بورڈنگ کارڈ کے بنا ممکن نہ ہوتا تو ہم خود ہی ان کا بورڈنگ کارڈ کہیں گم کر دیتے ...

آخر میں. بس ایک بات کہوں گا کہ جہاں پہنچنی ہے خود ہی پہنچ جائے گی ... وہ یہ کہ کہنے کو میں اشتیاق بھائی کے ناولوں کا پبلشر ضرور ہوں اور اگر میری زندگی میں اگر میں نے کچھ حاصل کیا ہے تو اس میں سے یہ ایک اعزاز میرے لیے بہت اہم ہے ... ان سے میرا دل کا رشتہ تھا اور آج بھی ہے ... وہ میرے لیے کیا تھے اور میں ان کے لیے کیا اس کو نہ تو مجھے ثابت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس کے لیے کسی دکھاوے اور محبت کے اظہاریے کی ، نہ الفاظ کی اور نہ ہی کسی سند کی ... نہ ہی میرا کوئی معاشی مفاد کبھی پبلشنگ سے وابستہ رہا ہے ... ناولوں کی اشاعت بھی میرے دل کا فیصلہ تھا دماغ کا نہیں اور میں آج بھی اپنے دل کے اس فیصلے کا سب سے بڑا حمایتی ہوں ...کیونکہ مجھے اشتیاق احمد سے محبت تھی ، انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق، فرزانہ ، انسپکٹر کامران مرزا ، آصف ، آفتاب، فرحت ، خان رحمان ، پروفیسر داؤد ، منور علی خان اور شوکی برادرز سے محبت تھی اور آج بھی ہے ...

فاروق احمد

دو باتیں

اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ ... نائی شائی سے ملئے ... اب یہ آپ کا کام ہے کہ پہلے کس سے ملنا چاہتے ہیں ... نائی سے یا شائی سے ... ویسے یہ دونوں ایک ساتھ ہی ملتے ہیں ... بولتے بھی ایک ساتھ ہیں ...دوڑتے بھی ایک ہی ساتھ ہیں ... اور ایسا دوڑتے ہیں کہ ...بس آگے آپ خود ہی پڑھ لیں ... کہیں میں دو باتیں میں پوری کہانی ہی نہ سنا بیٹھوں ...

اور آپ کہہ اٹھیں ... یہ ناول لکھنے والا اب ناول سنانے پر تل گیا ...زندگی میں بہت سی باتیں عجیب و غریب ہوتی ہیں ... اب یہی کیا کم عجیب بات ہے کہ یہ ناول میں نے کوئی ایک سال پہلے لکھا تھا اور اس کی دو باتیں آج لکھ رہا ہوں ...ویسے یہ جو فاروق احمد ہیں ... یہ بھی کچھ کم عجیب نہیں ہیں ... چند دن پہلے ان کا فون آیا ... کہنے لگے کہ آپ کے ناولوں کے کچھ مسودوں کے ساتھ دو باتیں نہیں آئیں ...میرے پاس بیس مسودے جمع ہوگئے ہیں جن کی دو باتیں درکار ہیں ... میں نے کہا جب شائع کرنے کا رادہ ہو تو لکھ کر بھیج دوں گا ... کہنے لگے کہ ”نہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ان تمام مسودوں کی دو باتیں جلد از جلد لکھ دیں ...۔“ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ دو باتیں لکھنا میرے لئے ناول لکھنے سے زیادہ مشکل کام ہے اور کہاں ایک ساتھ

بیں بیس دو باتیں ... میری تو سٹی گم ہو گئی ۔ لیکن پھر ہمت کر کے لکھ ماریں ...اور ان کو فون کیا :” دو باتیں لکھ لی ہیں ... کمپوزنگ کروا کر آپ کو ارسال کردوں گا ... میرا جو بیٹا کمپوزنگ کرتا ہے اس کے امتحان ہو رہے ہیں اس لیے کچھ دن لگ جائیں گے ...“ اس پر کہنے لگے: ”کمپوزنگ رہنے دیں ... ایک ہفتے بعد جب ایکسپو سینٹر والے کتاب میلے کے لیے کراچی آئیں گے تو ساتھ رکھ لیجیے گا ... میں اپنے دفتر میں کمپوزنگ کروا لوں گا۔“ لہٰذا کراچی جاؤں گا تو لیتا جاؤں گا ...ان بیس دو باتوں میں نائی شائی کی دو باتیں بھی شامل ہیں ، نائی شائی کتاب میلے کے بعد شائع ہوگا ... اس وقت تک آپ میرا ۸۰۰ واں ناول عمران کی واپسی بھی پڑھ چکے ہوں گے اور مزید چار نئے ناول بھی ... باطل قیامت اور سازش کا اژدہا بھی ۔ ان ناولوں پر آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا ... فاروق احمد کا کہنا ہے کہ اب خطوط کے علاوہ بھی تبصرے آتے ہیں ... ای میل اور فیس بک کے ذریعے ... دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کہاں سے کہاں نکل گئی ... لیکن مجھے آج بھی خطوط کا انتظار رہتا ہے ...خط کا اپنا ہی ایک مزہ ہے ...وہ مزہ ای میل اور فیس بک میں کہاں ... خط سنبھالے جا سکتے تھے ، برسوں ساتھ رہتے تھے ، خطوں سے یادیں وابستہ رہتی تھیں ، لوگ فوت ہوجاتے تھے ، ان کے خط رہ جاتے تھے۔

لیجیے میں بھی نائی شائی سے نکل کر خطوط تک آ پہنچا ... ہے کوئی تک ... لیکن میرا اور خطوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے ...کل ہی فاروق احمد نے بتایا

کہ ان کے پاس میرے لکھے ہوئے ایک سو سے زائد خطوط ہیں اور وہ بھی بیس سے اڑتیس سال پرانے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ کچھ خط مجھے بھی بھیجیں تا کہ میں دیکھ سکوں کہ اڑتیس سال پہلے میں کیسے خط لکھا کرتا تھا ... اب آپ ناول پڑھیے اور پڑھ کر خط کے ذریعے بتایئے کہ ناول آپ کو کیسا لگا۔

والسلام ... اشتیاق احمد۔

ناٹی شاٹی

"ہمارے نام ناٹی شاٹی ہیں۔"

رانا فرزند علی نے ان دونوں کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا ... ان دونوں کے قد بالکل ایک سے تھے ... بمشکل پانچ فٹ کے رہے ہوں گے ... تھے بھی دبلے پتلے ... ان کی نیلی آنکھوں میں گویا شوخی کوٹ کوٹ کر بھری تھی ... لیکن جو بات سب سے عجیب تھی ... وہ یہ تھی کہ دونوں کی شکل بالکل ایک تھی ... ان میں ذرہ بھر کوئی فرق نہیں تھا ... غور سے دیکھنے پر بھی رانا فرزند کو ان میں بال برابر بھی فرق نظر نہ آیا ... کئی سیکنڈ تک پلکیں جھپکائے بغیر دیکھنے کے بعد آخر ان کے ہونٹ ہلے: "تم ایک ہو یا دو۔"

"آپ کو ہم ایک نظر آرہے ہیں یا دو۔" دونوں ایک ساتھ بولے ... پہلے بھی جب انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے نام ناٹی شاٹی ہیں تو دونوں کی آواز نکلی تھی، یہ نہیں کہ ان میں سے ایک بولا تھا اور دوسرا خاموش رہا تھا، اس بار بھی ان دونوں کی آواز نکلی تھی ...

"نظر تو دو ہی آرہے ہیں۔" رانا فرزند نے منہ بنایا۔

''بس تو پھر آپ ہمیں دو ہی سمجھیں۔''

''تو ... تو کیا تم جڑواں بھائی ہو۔''

''آپ یہ کہہ سکتے ہیں ... یعنی کہہ لیں ، ہم برا نہیں مانیں گے۔''

''مطلب یہ کہ تم دونوں جڑواں نہیں ہو۔''

''ہم جڑواں یا ہیں نہیں ہیں ، اس بات کو چھوڑیں ،آپ تو بس اپنی بات کریں کہ اسی آپ کا فائدہ ۔'' دونوں نے پھر ایک ساتھ کہا۔

''اپنی بات ؟'' رانا فرزند نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''ہاں ... اپنی بات !''

''اپنی بات کروں ؟ مجھے کیا پتا تم دونوں کون ہو ، کیوں آئے ہو۔''

''اچھی بات ہے ... اب پھر ہم اپنی بات کریں گے۔''

''ہاں کریں ۔''

''آپ احمد حسن کو جانتے ہیں۔''

''کیا مطلب !!!'' رانا فرزند بہت زور سے چونکے ... ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا ... وہ تقریباً چلا کر بولے ۔

''کیا مطلب ... تت ... تت تم ... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''احمد حسن آپ کے بیٹے ہیں ، بڑے بیٹے۔'' ان کے ہونٹ ہلے ... ساتھ میں دونوں مسکرائے بھی ...

''ہاں ... تو پھر ۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

''آپ کو پتا ہے کہ احمد حسن اس وقت کہاں ہیں۔''

اس بار ان میں سے ایک نے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں ، وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ایک تفریحی مقام پر گیا ہوا ہے۔''

''اسے فون کریں۔''

''تم دونوں چاہتے کیا ہو۔''

''آپ نے سنا نہیں ... میں نے کیا کہا ہے۔''

''یہ ... یہ کیا ... اب تو تم اکیلے اکیلے بات کر رہے ہو ... پہلے ایک ساتھ بول رہے تھے۔''

''نہ تو ہم جڑواں ہیں ... نہ ایک ساتھ بولنے پر مجبور ... ہم تو بس آپ کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو رہے تھے ۔''

''پھر بھی تم اتنے ملتے جلتے کیوں ہو؟''

''ہم دونوں اس وقت میک اپ میں ہیں ... جو چہرے آپ کو نظر آ رہے ہیں ... یہ ہمارے اصل چہرے نہیں ہیں ، اگر ہم میک اپ اتار دیں ... تو ہم دونوں بالکل مختلف نظر آئیں گے ۔''

''اوہ ... لیکن خیر ... مجھے اس سے کیا ... تم احمد حسن کی بات کر رہے تھے ۔'' وہ بے چین ہو کر بولے ۔

''آپ اپنے بیٹے کو فون کریں ۔''

''تم نے بتایا نہیں ... تم چاہتے کیا ہو ۔''

''جو کہا جا رہا ہے ... بس وہ کریں ۔''

''اچھی بات ہے۔''

انہوں نے موبائل اٹھایا اور نمبر ڈائل کیا ... لیکن سلسلہ قائم نہ ہوا...انہوں نے دوسرا اور پھر تیسرا نمبر ڈائل کیا ... لیکن سب نمبر بند تھے ... انہوں نے پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھا ، پھر بولے ۔

''جواب نہیں مل رہا ہے۔''

''ملے گا بھی نہیں ... خیر ہم آپ کی بات آپ کے بیٹے سے کرا دیتے ہیں ۔''

''نن ... نہیں ۔'' مارے خوف کے ان کے منہ سے نکلا۔

ان میں سے ایک نے موبائل پر کوئی نمبر دبا کر کسی سے بات کی۔

''ہمارے مہربان رانا فرزند علی کے بیٹے احمد حسن سے ان کی بات کرا دو۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنا موبائل رانا صاحب کو دے دیا ... رانا فرزند نے تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے موبائل لے لیا اور اس میں بولے ۔

''احمد حسن ... تت ... تت تم کہاں ہو ۔''

''میں ان لوگوں کے قبضے میں ہوں ابا جان ...'' دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز آئی ۔

''تت تو ... ان لوگوں نے تمہیں اغوا کر لیا ہے ۔''

''ہاں ڈیڈی ... صرف مجھے ہی نہیں ... میرے سب دوستو کو بھی ۔''

''اچھا تم فکر نہ کرو ، میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں ...تم بہت

جلد ان کی قید سے چھوٹ کر یہاں میرے پاس ہو گے ۔''

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا ، پھر ان کی طرف مڑتے ہوئے گویا ہوئے ... '' ہاں ! کیا چاہتے ہو تم لوگ ۔''

'' پہلی بات ! پولیس سے رابطہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیں ، اس سے آپ کو نقصان ہوگا ...کیونکہ چند بڑے پولیس آفیسرز ہمارے ساتھ شامل ہیں .. ان کے ہوتے ہوئے آپ کچھ بھی نہیں کر سکیں گے بلکہ الٹا نقصان اٹھائیں گے ... آپ کے حق میں بہتر یہی ہے کہ آپ ہماری بات مان لیں ۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''کہو ... کیا کہتے ہو ۔''

'' پہلے تو آپ اس بات پر غور کر لیں کہ ہم دونوں آپ کی کوٹھی میں کس قدر آسانی سے داخل ہو گئے ہیں ... کوئی ہمارا راستہ نہیں روک سکا ... آپ کے گھر کے سب افراد سوئے پڑے ہیں اور اس وقت رات کے گیارہ بج رہے ہیں ... آپ لوگ شاید جلد سونے کے عادی ہیں ... ورنہ آج کے شہری لوگ تو رات کے دو بجے سوتے ہیں اور دن میں دیر تک سوتے ہیں ... ہاں تو سب گھر والے سوئے پڑے ہیں اور اندر داخل ہونے کے بعد ہم نے آپ کو بھی سوتے سے جگایا ہے ۔''

'' ہاں واقعی ! یہ سب باتیں بالکل درست ہیں تو پھر ... تم کہنا کیا چاہتے ہو ۔''

'' صرف اور صرف یہ کہ آپ کچھ بھی کر لیں ...آپ کی ہر کارروائی

صفر ہو گی ... آپ کی بھلائی صرف اس میں ہے کہ ہمارا مطالبہ مان لیں ... ورنہ آپ کا بیٹا آپ کو زندہ حالت میں تو ملے نہیں گا ۔''

'' نن نہیں ... ایسی بات بھی منہ سے نہ نکالو ...'' رانا فرزند جمالی کانپ اٹھے۔

'' بس تو پھر مطالبہ پورا کر دیں ۔''

'' اور وہ کیا ہے ۔''

اس کیا کے جواب میں دونوں مسکرائے، پھر ایک نے کہا۔

'' آپ کے بیٹے کے ساتھ اس کے جتنے دوست اس کے ساتھ گئے ہیں ... آپ ان سب کے والدین کو یہیں بلا لیں بجائے اس کے کہ ہم باری باری سب کے پاس جائیں ...صرف آپ کے پاس آگئے ہیں ... آپ ان سب کو یہاں بلا لیں ...ان سب کے سامنے ساری بات رکھیں اور ان سے پوچھیں ، کیا وہ ہمارا مطالبہ ماننے کے لیے تیار ہیں ...اس کے بعد ہم اپنا مطالبہ بتائیں گے ۔''

'' تمہارا مطلب ہے... میں ان سب کو یہاں بلاؤں۔''

'' اپنے بیٹے کی زندگی کو بچانے کے لیے آپ کو ایسا کرنا ہوگا اور ان لوگوں کو اپنے بیٹوں کی زندگیاں بچانے کے لیے یہاں آنا ہوگا ۔''

''لیکن ...'' رانا فرزند جمالی ہکلائے ۔

'' لیکن کیا !'' ایک نے کہا۔

'' مجھے نہیں معلوم ... اس کے ساتھ اس کے کون کون سے دوست

گئے ہوئے ہیں ... ان کے والدین کے کیا کیا نام ہیں ۔''

'' یہ فہرست کس دن کام آئے گی۔'' ایک نے آگے بڑھ کر ایک لسٹ ان کے سامنے رکھ دی۔

'' اوہ اچھا ... تو یہ ہیں ان لڑکوں کے والدین کے موبائل نمبرز اور ان کے نام ۔''وہ چونکے ۔

'' ہاں بالکل۔''

'' کیا تم چاہتے ہو کہ یہ کام تمہارے سامنے کیا جائے۔''

'' ہاں تو اور کیا ۔'' انہوں نے آنکھیں نکالیں ۔

'' ٹھیک ہے ۔''

رانا فرزند جمالی ان سب کو باری باری فون کرنے لگے ... انہیں صورت حال بتانے لگے اور ان سے درخواست کرنے لگے کہ مہربانی فرما کر آپ سب یہاں آ جائیں۔

اس طرح ڈیڑھ دو گھنٹے کے اندر وہاں پندرہ کے قریب افراد پہنچ گئے ... یہ سب کے سب شہر کے دولت مند ترین لوگوں میں سے تھے ... رانا فرزند نے انہیں نائی شائی سے ملوایا ... پھر ساری بات ایک بار ہی بتائی ، اس کے بعد کہنے لگے۔

'' اب آپ دیکھ لیں ...آپ ان کا مطالبہ ماننا چاہتے ہیں یا پولیس کی خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں ... میں تو بہرحال اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے ان کا مطالبہ ماننے کے لیے تیار ہوں ۔''

'' رانا صاحب ... یہاں آنے سے پہلے ہم نے اپنے بیٹوں سے رابطہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے ... لیکن کامیاب نہیں ہو سکے ... ان سب کی ماؤں کا برا حال ہے ... ہمیں یہ خبر آپ کے فون کے بعد ہی ملی ہے، ورنہ ہمیں تو بس یہی معلوم تھا کہ وہ دوستوں کے ساتھ سیر سپاٹے کے لیے گئے ہوئے ہیں... اب ان حالات میں ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں ... پولیس کی خدمات حاصل کریں گے تو نہ جانے حالات کس کروٹ بیٹھیں ... لہٰذا یہ ہمیں اپنا مطالبہ بتا دیں اور ہمیں انتظام کرنے کی مہلت دے دیں ... ورنہ آپ جانتے ہیں کہ یہ کام ابھی اور اسی وقت تو ہو نہیں سکے گا ...

'' تم نے ان کی بات سنی ... اگر یہ بات منظور ہو تو ہم تمہارا مطالبہ جاننا چاہتے ہیں۔''

'' آپ سب کو پانچ پانچ کروڑ روپے کا انتظام کرنا ہوگا ... اس وقت سولہ افراد موجود ہیں گویا معاملہ اسی کروڑ کا ہے ... اور آپ لوگوں کے لیے پانچ پانچ کروڑ کوئی معنی نہیں رکھتے ... ''

''ہوں ! ہمیں سوچنے کی مہلت دو۔''

'' ہم مہلت دینے کے لیے تیار ہیں ... لیکن سوال یہ ہے کہ کتنی مہلت ... کیونکہ جتنی دیر آپ لگائیں گے، آپ لوگوں کے بیٹوں کی حالت اتنی ہی ردی ہوتی چلی جائے گی۔''

'' ہم سمجھ رہے ہیں ... کم از کم ہمیں رات کا بقیہ حصہ اور اگلے دن

سورج غروب ہونے تک کا وقت دے دو ... ''

'' اس دوران آپ لوگوں میں سے کوئی کسی اور سے بات نہ کرے ... نہ اپنے گھر والوں سے نہ ملازمین وغیرہ اور نہ پولیس سے ... اسی میں آپ کی بھلائی ہے ... آپ مل کر سوچ لیں ... ہمارا مطالبہ اسی کروڑ ہے ... کیش جمع کر کے رکھ لیں اور ہماری ہدایات کا انتظار کریں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ یہ سب لڑکے ہمارے پاس ہیں ... ہم کسی وقت بھی انہیں موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔''

''ن ... نہیں۔'' وہ سب چلا اٹھے۔

''بس تو پھر ہم جا رہے ہیں ... ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش کی گئی... ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی یا ہمیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو معاملہ اسی وقت ختم ہو جائے گا اور پھر ان کی زندگیوں کی کوئی ضمانت نہیں دی جائے گی۔''

یہاں تک کہہ کر ناٹی خاموش ہوگیا... یا شاٹی خاموش ہوگیا... کیونکہ ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان میں سے ناٹی کون سا ہے اور شاٹی کون سا ہے ...

''ٹھیک ہے ... ہم آپس میں بات کر کے، رقم جمع کر کے تم سے رابطہ کریں گے ... لیکن کیسے یہ تم بتاؤ۔''

'' رابطہ ہم خود کریں گے ، آپ رابطے کی فکر نہ کریں ... اچھا ہم چلے ... اگر ہمیں کوئی نقصان پہنچا ... تو آپ کے بچے آپ کو صحیح سلامت

نہیں ملیں گے ... خدا حافظ ۔'' یہ کہتے ہی وہ کمرے سے نکل گئے... وہ سب کے سب بت بنے بیٹھے رہ گئے ... کافی دیر اسی طرح گزر گئی ...

آخر رانا فرزند جمالی کی آواز سنائی دی ۔

'' آخر ہم کب تک اس حالت میں بیٹھے رہیں گے ... ہمیں ہوش سے کام لینا ہوگا ، کوئی بات طے کرنی ہوگی ، کسی نتیجے پر پہنچنا ہوگا ... ویسے میرا فیصلہ تو یہی ہے کہ پانچ پانچ کروڑ ہمارے لیے کوئی خاص بڑی رقم نہیں ہے... لہذا ہمیں یہ رقم جمع کرلینی چاہیے ... ایسے میں مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم سب کو ہی یا تو یہ بات ماننی پڑے گی یا انکار کرنا ہوگا ... انہوں نے ہمیں اس قابل نہیں چھوڑا کہ ہم میں سے چند کوئی فیصلہ کریں اور چند کوئی اور ... ہم سب کو ایک فیصلہ کرنا ہوگا ... ہاں یا نہیں ۔''

''ہوں ٹھیک ہے ... غور کرلیتے ہیں ... پھر یہاں سے فیصلہ کر کے ہی اٹھیں گے ۔''

''بس ٹھیک ہے ۔''

اور وہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے ... آخر انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ پانچ پانچ کروڑ وہاں لا کر جمع کر دیا جائے اور ناٹی شاٹی کو بتا دیا جائے کہ وہ رقم ادا کرنے کے لیے تیار ہیں ...

دوسرے دن شام کو رانا فرزند جمالی کے موبائل کی گھنٹی بجی ...

☆☆☆☆☆

''رانا فرزند جمالی بات کر رہا ہوں ۔''

''اور ہم ہیں ناٹی شاٹی ... کیا طے کیا ۔''

''اسی کروڑ بالکل تیار ہیں ... اب رقم کہاں پہنچانی ہے ۔''

''اتنی جلدی نہ کریں۔'' ناٹی یا شاٹی دونوں کی آواز آئی ۔

''ہمیں جلدی اپنے بچوں کی ہے نہ کہ تم کو رقم دینے کی۔'' فرزند نے جھلا کر کہا۔

''بچے خیریت سے ہیں ، ان کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں... ہاں رقم کی ادائیگی کا فیصلہ نہ کیا جاتا تو اور بات تھی۔''

''ہم جانتے ہیں ... تم بتاؤ ... ہمیں کیا کرنا ہے۔''

''ہاں ! یہ طریقہ درست ہے ... ہم آپ کو ایک اکاؤنٹ نمبر دے رہے ہیں ... آپ ساری رقم اس اکاؤنٹ میں جمع کروا دیں ... ادھر آپ رقم جمع کرائیں گے ، ادھر ہمیں اطلاع مل جائے گی کہ رقم جمع کرا دی گئی ہے ... بس اسی وقت لڑکوں کو رہا کر دیا جائے گا ... رہائی کے

بعد ان میں سے کوئی فون کر کے بتا دے گا کہ وہ کہاں ہیں ... آپ لوگ دو تین گاڑیاں لے کر چلے جایئے گا اور انہیں لے آیئے گا ... ''

'' اچھی بات ہے ... تم اکاؤنٹ نمبر دو ... لیکن اس وقت بنک ٹائم نہیں ہے ، رقم تو اب صبح ہی جمع ہو سکے گی۔''

'' کوئی بات نہیں ... آپ کے بچے ہمارے پاس ایک رات اور ٹھہر جائیں گے۔''

'' انہیں رہا کر دو ... رقم ہم صبح جمع کرا دیں گے۔''

'' جانے دیں رانا صاحب کیوں ہمیں بے وقوف بناتے ہیں۔''

'' اچھی بات ہے ... یونہی سہی ... ویسے ہم کوشش کرتے ہیں ، شاید اس وقت بنک میں رقم جمع ہو جائے۔''

'' جمع ہونے کی اطلاع آ گئی ... تو ہم رات کو بچے اپنے پاس نہیں رکھیں گے۔''

'' ہم کوشش کرتے ہیں۔''

'' ہاں ایک بات اور ... اگر تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ اس اکاؤنٹ کے ذریعے ہم تک پہنچ جاؤ گے تو یہ خیال دل سے نکال دینا ... اکاؤنٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش تمہارے لیے مزید تکلیف کا سبب بن جائے گی۔''

'' ہم ایسی کوئی کوشش نہیں کریں گے۔'' رانا فرزند جمالی بولے۔

'' او کے۔'' دوسری طرف سے کہا گیا اور فون بند کر دیا گیا ...

رانا فرزند جمالی اور دوسرے اثر ورسوخ والے لوگ تھے ... اس لیے رقم ٹرانسفر کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا... اس طرح اس اکاؤنٹ میں رقم جمع ہوگئی ...اس کے ایک گھنٹے بعد رانا فرزند کے موبائل پر گھنٹی بجی ...جونہی اس نے موبائل آن کیا ... دوسری طرف سے ناٹی یا شاٹی کی آواز آئی ...

'' رقم جمع ہونے کی اطلاع آ گئی ہے ... ہم بچوں کو اسی وقت رہا کر رہے ہیں ... آدھ گھنٹے بعد آپ کو ان میں سے کسی کی طرف سے یا سب کی طرف سے پیغام مل جائے گا کہ وہ کہاں ہیں اور رانا صاحب ...ایک بات کا خیال رکھیں ...اب اس معاملے میں پولیس سے رابطہ ہرگز نہ کریں ... کیونکہ اگر ہم ان بچوں کو ایک بار اغوا کر سکتے ہیں تو ہمارے لیے انہیں پھر اغوا کرنا کیا مشکل ہے۔''

''نہیں ہم پولیس سے رابطہ نہیں کریں گے۔'' رانا نے مضبوط انداز میں کہا۔

آدھ گھنٹے بعد رانا فرزند جمالی کے موبائل کی گھنٹی بجی۔

ان کا بیٹا کہہ رہا تھا ... '' ابا جان ! ہم لوگ سرور روڈ پر موجود ہیں ... تیرھویں کلومیٹر کے پتھر کے پاس۔''

''بس ... سب وہیں ٹھہرنا ... ہم آ رہے ہیں۔''

'' جی اچھا ڈیڈی۔''

رانا نے باقی سب کو فون کر دیا ... ایک ساتھ کاریں اس طرف

روانہ ہوئیں اور چند منٹ میں وہاں پہنچ گئیں ...سب ایک دوسرے کے
گلے سے لگ گئے ... ان سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے ... پھر سب
اپنے اپنے گھر کی طرف چلے ... رانا فرزند جمالی اپنے بیٹے احمد حسن کو
ساتھ لیے کوٹھی میں داخل ہوئے تو ان کی بیگم دوڑ کر اپنے بیٹے سے
چمٹ گئیں اور رونے لگیں ... ان کے بہن بھائی بھی آگئے ... سب اس
سے چمٹ گئے اور کافی دیر تک ان کے رونے کی آوازیں گونجتی رہیں
... پھر رانا فرزند نے کہا۔'' اندر چل کر بیٹھتے ہیں۔''

وہ سب اندر آئے ...

'' اب کیا کرنا ہے ڈیڈی ۔'' احمد حسن نے پوچھا۔

''کس سلسلے میں بیٹے ۔''

'' مجرموں کے خلاف کارروائی کے سلسلے میں ۔''

''دیکھو بیٹے ... ہم نے صرف پانچ کروڑ ہی تو دیا ہے ... بھاڑ میں
جائے رقم ... ہمیں ہمارا بیٹا مل گیا ... اور ہمیں کیا چاہیے۔''

''بالکل رانا صاحب ...'' ان کی بیگم نے خوش ہو کر کہا۔

'' لیکن امی ! آپ یہ بھی تو سوچیں ... مجرموں کا یہ گروہ اسی طرح
دندناتا رہے گا ، لوگوں کو اغوا کرتا رہے گا ... اسی کروڑ کی رقم کوئی چھوٹی
نہیں ہوتی ... لیکن لالچ بری بلا ہے ... وہ پھر ایسی واردات کریں گے
اور پھر کسی کو شکار کریں گے۔'' احمد احسن نے عجیب سے انداز میں کہا۔

'' تم کیا کہنا چاہتے ہو...'' رانا فرزند جمالی نے کہا۔

'' یہ کہ ہمیں پولیس کو فون کرنا چاہیے ...وہ یہاں آئے اور مجرموں
کا سراغ لگائیں ... یہی بہترین حل ہے ۔''

''لیکن ہم کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتے ... ہمارا بیٹا ہمیں مل
گیا... بس ہمیں یہی کافی ہے ۔''

'' ڈیڈی ... اس طرح جرائم نہیں رکتے ... آپ غلط بات سوچ
رہے ہیں ... ان لوگوں کو گرفتار ہونا چاہیے ۔''

'' اس صورت میں ان کے ساتھی تم کو پھر اغوا کرلیں گے... پھر کیا
ہوگا ... جانتے ہو ۔''

'' ہاں ! جانتا ہوں لیکن اس قسم کے کاموں میں خطرہ تو مول لینا
ہی پڑتا ہے۔''

'' نہیں نہیں ...ہم ایسا کوئی کام نہیں کریں گے۔'' احمد حسن کی
والدہ پکار اٹھیں ۔

'' اوہ امی جان ... سوچیں غور کریں ... مجرم اس طرح نہ جانے
کتنوں کو اغوا کریں گے ...ان کی ہمت بڑھتی چلی جائے گی ... اور
اگر پولیس نے کارروائی شروع کی تو پھر وہ چھپتے پھریں گے۔''

'' لیکن اس طرح ہم بھی تو خطرے میں گھر جائیں گے ۔''

'' خطرات سے ڈر کر اگر ہم نے کارروائی نہ کی تو اس صورت میں
ہم اور زیادہ خطرے میں ہوں گے ۔''

'' کیا مطلب ... ہم اور زیادہ کس طرح خطرے میں ہوں گے۔''

"وہ شیر ہو جائیں گے ... آپ کو سونے کا انڈا دینے والی مرغی خیال کر بیٹھیں گے ... مجھے پھر اغوا کریں گے ... اور آپ سے پھر رقم کا مطالبہ کریں گے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی ... ہم سے رقم وصول کر کے وہ پھر ہماری طرف کا رخ بھی نہیں کریں گے ... لہذا تم خاموش بیٹھو ... بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ نہ ڈالو۔" رانا فرزند نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"آپ کی مرضی ... آپ اگر اسی صورت کو اچھا خیال کرتے ہیں تو یونہی سہی۔"

"ہاں بس ! یہی ٹھیک ہے۔"

احمد حسن اپنے کمرے میں چلا آیا ...

والدین کی بات اس کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی ... اسے خوف محسوس ہو رہا تھا کہ اسے اغوا کرنے والے پھر ایسا کریں گے اور پہلے کی نسبت کئی گناہ زیادہ رقم کا مطالبہ کریں گے... آخر کافی دیر تک سوچنے کے بعد اسے ایک بات سوجھ گئی ... اس نے لباس تبدیل کیا اور لگا گھر سے باہر نکلنے... ایسے میں والدہ کی نظر اس پر پڑ گئی...

"کہاں چل دیئے !" انہوں نے بھنویں اچکائیں۔

"بس گھومنے پھرنے۔"

"میرے خیال میں تو ابھی ایک دو دن تم کہیں نہ جاؤ۔"

"لیکن ممی ! میں گھر میں بیٹھے رہنے کا عادی نہیں ... یہ آپ اچھی

طرح جانتی ہیں، لیکن آپ فکر نہ کریں، میں جلد لوٹ آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے ... لیکن اپنا خیال رکھنا ... ڈرائیور کو ساتھ لے کر جانا... گاڑی خود نہ چلانا... کوئی ایسی ویسی بات محسوس کرو سیدھے گھر لوٹ آنا۔" والدہ نے جلدی جلدی کہا۔

"جی ٹھیک ہے ... آپ فکر نہ کریں۔" انہوں نے کہا اور اندرونی دروازے سے نکل کر گیراج کی طرف بڑھا ... وہاں ڈرائیور موجود تھا اور کار کی صفائی کر رہا تھا ...

"مجھے ذرا باہر جانا ہے۔"

"تو چلیے ... لیکن کار میں چلاؤں گا چھوٹے صاحب۔" اس نے باادب انداز میں کہا۔

"وہ کیوں۔"

"بیگم صاحبہ کا حکم۔" ڈرائیور مسکرایا۔

"مسکرا کیوں رہے ہو۔"

"بیگم صاحبہ پہلے ہی سمجھ گئی تھیں کہ آپ مجھے ساتھ لیے بغیر جانے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ اچھا ... چلو ٹھیک ہے ... تم بھی ساتھ چلو ... بلکہ گاڑی تم ہی ڈرائیو کرنا ... مجھے بازار سے کچھ اپنی چیزیں خریدنی ہیں ... اور اس خریداری میں کچھ دیر لگ جائے گی۔"

"کوئی بات نہیں چھوٹے صاحب۔"

اس طرح وہ بازار پہنچ گئے ... ایک شاپنگ مال میں اس نے گاڑی پارک کرائی اور اترتے ہوئے بولا۔

''میں ابھی آتا ہوں ... ادھر ادھر نہ ہو جانا۔''

''بالکل نہیں چھوٹے صاحب ... یہیں رہوں گا ... ویسے آپ پسند کریں تو میں آپ کے ساتھ چلوں۔''

''نہیں ... گاڑی کی حفاظت کا بھی مسئلہ ہے نا ... تمہیں تو پتا ہی ہے... حالات کیا ہیں آج کل ... ادھر کار نظروں سے ہوئی اوجھل اور ادھر ہوئی پار ...''

''جی ہاں وہ تو ہے۔'' ڈرائیور مسکرایا۔

''تم بہت اچھے ہو منور دین ... یہ لو۔'' اس نے اسے ایک ہزار روپے کا نوٹ دیتے ہوئے کہا۔

''یہ ... یہ کیا ... پہلے تو آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔''

''بس ! اپنی رہائی کی خوشی میں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''بہت بہت شکریہ چھوٹے صاحب ... سارا نوٹ ختم کر دوں پھر۔''

''میں تو بہرحال اس میں سے واپس نہیں لوں گا ... تم خود بچانا چاہو تو بچا لینا... یا گھر والوں کے لیے کوئی چیز لے سکتے ہو۔''

''بہت بہت شکریہ چھوٹے صاحب۔''

''اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے ... مجھے کچھ دیر ہو جائے گی۔''

''کوئی بات نہیں چھوٹے صاحب۔''

احمد حسن شاپنگ مال میں داخل ہو گیا ... اور آگے بڑھتا چلا گیا... اس نے جلدی جلدی دو چار چیزیں خرید لیں ... پھر مال کے پچھلے دروازے سے باہر نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا ... ٹیکسی ڈرائیور کو اس نے پتا بتایا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی ... اس وقت شام کے سوا پانچ بج چکے تھے ... بیس منٹ بعد ٹیکسی ایک مکان کے دروازے پر جا رکی۔ گیٹ کے ساتھ ہی نام کی تختی لگی تھی جس پر لکھا تھا:

''انسپکٹر جمشید''۔

پھر جیسے اس نے انسپکٹر جمشید کے دروازے پر دستک دی ... اندر سے فوراً ہی آواز آئی۔ ''جی کون ؟''

''جی میرا نام احمد حسن ہے ... رانا فرزند جمالی کا بیٹا ہوں۔''

''رانا فرزند جمالی ... سیاست دان۔'' چونک کر کہا گیا۔

''جی ہاں !'' اس نے فوراً کہا۔

''ایک منٹ۔''

جلد ہی گیٹ کھلا اور محمود کی آواز سنائی دی۔ ''تشریف لائیے۔''

محمود نے مہمان کو اندر بٹھایا ... محمود کو وہ کچھ گھبرایا ہوا سا لگا... بیٹھنے سے پہلے ہی اس نے کہا۔ ''میں بہت جلدی میں ہوں ... لیکن جو بات میں بتانے کے لیے آیا ہوں ... وہ بھی بتانے والی ہے ... آپ کے والد صاحب ...'' انداز سوالیہ تھا۔

''وہ آیا ہی چاہتے ہیں ... ان کے آنے کا وقت سوا پانچ بجے

ہے... اور سوا پانچ بج گئے ہیں ...''

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی ...

''لیجیے ... وہ آگئے ...'' محمود مسکرایا۔

''تب پھر مہربانی فرما کر پہلے انہیں ادھر لے آئیں ... میں بہت مشکل سے پہنچا ہوں ... اور جلد واپس جانا میری مجبوری ہے اس لیے ۔''

''آپ فکر نہ کریں ۔'' محمود نے کہا اور پھر ڈرائنگ روم سے نکل کر صحن میں آگیا ... اس وقت تک فاروق دروازہ کھول چکا تھا اور اس کے والد صحن تک آ چکے تھے ۔

''بہتر ہے کہ پہلے آپ ڈرائنگ روم میں آجائیں ۔''

''اوہ اچھا ۔'' انہوں نے چونک کر کہا اور ڈرائنگ روم میں آگئے ... ساتھ ہی انہوں نے کہا۔ ''السلام علیکم ۔''

''جی ... وعلیکم السلام ۔'' نوجوان نے گھبرا کر کہا۔

انہوں نے ایک نظر اس پر ڈالی ... پھر مسکرا دیے ...

''واپسی کی بہت جلدی ہے آپ کو ... یہی بات ہے نا ۔''

''آپ کا اندازہ حیرت انگیز ہے ۔''

''اور آپ رانا فرزند جمالی کے بیٹے ہیں۔''

''آپ ... آپ نے کیسے جان لیا ؟''

''آپ کو آپ کے والد کے ساتھ تقریبات میں دیکھا ہے۔''

''آپ نے درست فرمایا ... اب مہربانی فرما کر میری بات سن

لیجیے ... والدہ سے بہت مشکل سے گھر سے نکلنے کی اجازت ملی ہے ۔''

''میں بغور سن رہا ہوں ، فرمائیے۔''

احمد حسن نے اپنے اغوا اور رقم کی ادائیگی وغیرہ کے بارے میں جلدی جلدی بتایا . . یہ بھی اس کے ماں باپ پولیس میں رپورٹ تک درج کرانے کے لیے تیار نہیں ہیں ... اس کے ساتھ دس بارہ لڑکے اور بھی تھے ... انہوں نے سب سے پانچ پانچ کروڑ وصول کیا ہے۔ پھر یہ بھی بتایا کہ وہ کس طرح ڈرائیور کو چکمہ دے کر یہاں تک پہنچا۔

انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف گہری نظر ڈالی پھر پوچھا ۔

''لیکن آپ کیوں آئے ہیں میرے پاس جب کہ آپ کے والدین کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتے ۔''

''یہ لوگ اگر اس طرح آزاد پھرتے رہے ... بے خوف پھرتے رہے تو نہ جانے اور کتنے لوگوں کو رلائیں گے ... میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو قانون کے شکنجے میں ہونا چاہیے ... میں تو بس صرف اس لیے آیا ہوں ۔''

''آپ بہت اچھے ہیں ... آپ کے خیالات بہت اچھے ہیں ... آج کے دور میں آپ جیسے بچوں کی ضرورت ہے ... محمود ، فاروق ... ان سے مصافحہ کرو۔''

دونوں نے اس سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا ...

''تو کیا اب میں جاؤں ... میری والدہ مجھے جھاڑ پلانے کی تیاری

کر رہی ہوں گی۔''

'' سوال یہ ہے کہ واقعے کی تفصیلات ہمیں کیسے معلوم ہوں گی ... جب تک تفصیلات معلوم نہیں ہو جاتیں ، اس وقت تک ہم کچھ نہیں کر سکیں گے لہٰذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تو آپ تمام تر تفصیلات اپنے والد سے معلوم کریں اور پھر مجھے فون پر بتائیں ... میرا نمبر آپ نوٹ کر لیں۔''

''جی اچھا !۔''

نمبر نوٹ کر کے احمد حسن اٹھ کھڑا ہو ... اور جب وہ اپنی کار میں واپس پہنچا تو کوئی خاص دیر نہیں ہوئی تھی لہٰذا کسی کو اس پر کوئی شک نہ گزرا ... ادھر اس نے رات کے کھانے پر اپنے والد سے باتیں شروع کر دیں اور باتوں ہی باتوں میں ناٹی شاٹی کی تمام کارگزاری معلوم کر لی ... پھر جب رات گئے اس کے ماں باپ گہری نیند سو گئے تو اس نے اپنے کمرے کے دروازے بند کر لیے ... نمبر ملایا ... جلد ہی انسپکٹر جمشید کی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی ... '' ہیلو !''

'' معافی چاہتا ہوں ... میں ہوں احمد حسن ... آپ سو رہے تھے۔''

'' ہاں میں سو رہا تھا ... لیکن آپ فکر نہ کریں ... اور جو کچھ بتانا چاہتے ہیں ، بے فکر ہو کر بتائیں ۔''

'' لیکن مجھے بہت شرمندگی ہو رہی ہے ۔''

'' اس کی ضرورت نہیں ... بتائیں کیا معلومات حاصل کیں۔''

''جی اچھا ... سنیں پھر۔''

احمد حسن نے انہیں تمام تر تفصیلات بتا دیں ... ان لڑکوں کے نام بھی بتا دیئے جنھیں اس کے ساتھ اغوا کر کے رکھا گیا تھا ... ان کے والدین کے نام بھی بتا دیئے ... ناٹی شاٹی کے حلیوں والی بات بھی بتائی ... اس کے خاموش ہونے پر انہوں نے پوچھا ۔

'' آپ کو ان لوگوں نے چھوڑا کہاں تھا ... یعنی رہا کر کے گاڑی سے کس جگہ اتار گئے تھے ۔''

''جی ... سرور روڈ تیرھویں کلومیٹر پر۔''

'' ایک بات اور ! جس عمارت میں آپ لوگوں کو رکھا گیا تھا ... اس کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔''

'' صرف اس کمرے کے بارے میں ... جس میں رکھا گیا تھا۔''

'' چلیے اسی کے بارے میں بتا دیں ۔''

'' انکل ! وہ ایک ہال نما کمرہ تھا ... اس میں دیواروں کے ساتھ ساتھ بیڈ بچھائے گئے تھے ... دو دو لڑکوں کو ایک ایک بیڈ دیا گیا تھا ... اسی کمرے میں کھانے پینے کو دیا جاتا تھا ... اس کمرے کے دو باتھ روم تھے ... جو ہم لوگوں کے لیے کافی تھے ...

''کمرے کا حلیہ بتائیں ۔''انہوں نے کہا۔

'' کمرے کا حلیہ ؟'' مارے حیرت کے احمد حسن نے کہا۔

'' مطلب یہ کہ دیواریں کیسی تھیں کمرے میں اور کیا کچھ تھا...

پینٹ کیسا تھا... وغیرہ وغیرہ۔''

''جی ہاں! کمرے میں گلابی پینٹ کیا گیا تھا... دروازے پر نیلا پینٹ تھا... کمرے کی دیواروں میں چار الماریاں تھیں لیکن ان کے دروازے بند تھے... ان پر تالے لگے ہوئے تھے... ایک اور بات کمرے کی چھت سے فانوس لٹک رہا تھا... پتا نہیں کیا بات تھی... اس فانوس کو دیکھ کر خوف سا آتا تھا۔''

''کیا کہا... فانوس کو دیکھ کر خوف آتا تھا۔''

''جی انکل... وجہ تو معلوم نہیں کہ کیوں خوف محسوس ہوتا تھا... لیکن ہوتا تھا بس۔''

''صرف آپ کو... یا آپ کے ساتھ دوسرے لڑکوں کو بھی؟''

''مجھے ان کے بارے میں معلوم نہیں... میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ صرف مجھے خوف محسوس ہوتا تھا۔''

''ہوں... اچھا... اس فانوس کا رنگ کیسا تھا۔''

''سنہری۔''

''اچھی بات ہے... اب آپ بے فکر ہو کر سو جائیں... ہم ان لوگوں کو دیکھ لیں گے اور آپ پر کوئی شک بھی نہیں کرے گا۔''

''بہت بہت شکریہ انکل... آپ بہت اچھے ہیں۔''

''بس... اس کی ضرورت نہیں۔''

عین اس لمحے احمد حسن نے کمرے کے دروازے پر دستک سنی... وہ

بری طرح چونک گیا... اس نے موبائل میں سرگوشی کی...

''انکل! دروازے پر دستک ہوئی ہے۔''

''موبائل بند نہ کرو اور پوچھو دروازے پر کون ہے... خبردار دروازہ نہ کھولنا جب تک یقین نہ ہو جائے کہ باہر کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''جی اچھا... انکل... مم... مجھ...'' اس نے کانپ کر کہا۔

''ڈرو نہیں... کہو۔''

''مم... مجھے ڈر... لگ رہا ہے... وہ... دیکھئے دروازہ ٹوٹ۔''

اس کے ساتھ ہی آواز بند ہو گئی...

☆☆☆☆☆

سگے بھائی

انسپکٹر جمشید بستر سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا ... انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو جگانے کی کوشش نہیں کی ... اتنا وقت ہی کب تھا ...

رانا فرزند جمالی کی کوٹھی نزدیک نہیں تھی ... اور وہ یہ بات اچھی طرح محسوس کر چکے تھے کہ وہ کتنی بھی رفتار سے جائیں، وقت پر نہیں پہنچ سکیں گے... اس کے باوجود انہوں نے پوری رفتار سے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

گیراج سے گاڑی نکالی اور ہوا ہو گئے ... رات کا وقت تھا، سڑک سنسان تھی اس لیے انہوں نے گاڑی کو انتہائی رفتار پر چھوڑ دیا تھا ... ایسے میں ایک چوراہا آ گیا ... اس پر ٹریفک سارجنٹ موجود تھا ... اس نے انہیں اتنی رفتار سے آتے دیکھا تو رکنے کا اشارہ دے دیا، ساتھ میں زور دار انداز میں سیٹی بجا دی... لیکن وہ اس وقت رک نہیں سکتے تھے ... کوئی اور موقع ہوتا تو وہ اتنی رفتار پر چلاتے ہی نہ ... لیکن اس

وقت مسئلہ تھا رانا فرزند جمالی کے بیٹے کا، اس بیٹے کا جسے کچھ دنوں پہلے اغوا کیا گیا تھا اور جسے پانچ کروڑ لے کر چھوڑا گیا تھا ... لیکن وہ مجرموں کو سزا دلوانے کے حق میں تھا ... اسی لیے اس نے ان سے رابطہ کیا تھا ... اب مجرم گویا اسے اس رابطے کی سزا دینا چاہتے تھے ... ان حالات میں انسپکٹر جمشید جو کچھ کر گزرتے کم تھا ... آخر وہ رانا فرزند کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے۔

ان کی کار آندھی اور طوفان کی طرح آ کر یک دم رکی تو دروازے پر موجود چوکیدار بری طرح بوکھلا گئے ... ان کے چہرے سرخ ہو گئے ... انہوں نے بندوقیں تان لیں اور چلائے: ”خبردار۔“

”خاموش ... اندر رانا صاحب کے بیٹے احمد حسن کی زندگی خطرے میں ہے ... میں انسپکٹر جمشید ہوں ... میرے ساتھ ان کے کمرے کی طرف دوڑ لگا دو ... ورنہ ساری زندگی پچھتانا پڑے گا ... دوڑو۔“

انہوں نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ ان کے بھی پیروں تلے سے زمین نکل گئی ... انہوں نے گیٹ کھولا اور اندر کی طرف دوڑ لگا دی ... انسپکٹر جمشید ان کے پیچھے چلے ... وہ اس وقت ان کے پیچھے چلنے پر مجبور تھے ... کیونکہ دوڑ کر ان سے آگے نکل جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا ... احمد حسن کے کمرے تک تو وہ ان کے پیچھے چل کر ہی جا سکتے تھے ... دونوں چوکیدار جونہی احمد حسن کے کمرے کے سامنے پہنچے، انہیں زبردست جھٹکا لگا ... پھر تو وہ ساکن ہو گئے ... کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور احمد حسن

بستر پر نہیں تھا ...

'' اُف مالک ... چھوٹے صاحب تو یہاں نہیں ہیں ۔''

انہوں نے کمرے کا جائزہ لیا ... شدید بے ترتیبی نظر آئی ... اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اغوا کرنے والے دھڑلے سے اندر آئے تھے اور احمد حسن کو اغوا کر لے گئے تھے ...

'' اپنے صاحب کو بلا کر لے آئیں... ان کے بیٹے کو ایک بار پھر اغوا کر لیا گیا ہے ۔''

'' نن ... نہیں ... نہیں ، یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔'' ان میں سے ایک نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

''یہ تو مجھے پتا نہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے،لیکن یہ ہو گیا نا۔''

'' لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' ایک نے کہا اور پھر دوسرے نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی ... جلد ہی رانا فرزند جمالی ہانپتے کانپتے آتے نظر آئے ،پھر جونہی ان کی نظر انسپکٹر جمشید پر پڑی، وہ ٹھٹک کر رہ گئے...

''آپ ... آپ انسپکٹر جمشید تو نہیں ہیں۔'' مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

'' جی ہاں! میں انسپکٹر جمشید ہوں ۔''

'' لیکن آپ یہاں کیسے ...؟''

'' جی ہاں! یہ ایک عجیب کہانی ہے ... بلکہ بہت ہی عجیب ... میرا اندازہ ہے ، آپ کے بیٹے احمد حسن کو پھر سے اغوا کر لیا گیا ہے۔''

'' نن نہیں ۔''

'' یہ ہو چکا ہے ...اور ہمیں اب اپنا کام کرنا ہے... آپ کی الجھن دور کرنے کے لیے ہی آپ کو بتائے دیتا ہوں... احمد حسن بہت اچھے ذہن کے ہیں ... بہت جرأت مند اور دلیر ہیں... وہ چاہتے تھے... جن لوگوں نے انہیں اغوا کیا ہے ... وہ گرفتار ہو جائیں... لیکن آپ لوگ اس بات سے بہت گھبرائے ہوئے تھے ... آپ لوگوں نے فیصلہ کیا تھا کہ پولیس کو اس معاملے کی ہوا تک نہیں لگنے دیں گے ... ادھر احمد حسن نے پروگرام بنایا کہ پولیس ان لوگوں کو گرفتار کرے... اس لیے وہ ساری کہانی مجھے سنانے کے لیے میرے گھر پہنچ گئے۔''

'' غلط ... بالکل غلط... اغوا والے واقعے کے بعد وہ کہیں نہیں گیا...ڈرائیور کے ساتھ خرید و فروخت کے لیے ضرور گیا تھا ... اور اسی کے ساتھ اس کی واپسی ہو گئی تھی۔''

''یہ آپ کی خوش فہمی تھی ... ویسے انہوں نے بہت اچھا قدم اٹھایا تھا اور بہت سمجھ داری سے ... انہوں نے گھر میں اپنی والدہ سے کہا کہ وہ ذرا بازار تک جانا چاہتے ہیں ... انہیں اپنی کچھ ضروری چیزیں خریدنا ہیں ... والدہ نے انہیں ڈرائیور کے ساتھ جانے کی اجازت دی اور ڈرائیور کو ہدایت کر دی ہوگی کہ وہ انہیں اپنے ساتھ لے جائے اور اپنے ساتھ واپس لائے ... اب وہ ڈرائیور کے ساتھ مارکیٹ گئے ...ڈرائیور کو گاڑی میں چھوڑا اور یہ کہہ کر مارکیٹ میں داخل ہو گئے کہ انہیں ذرا دیر

لگ جائے گی ... ادھر وہ مارکیٹ کے پچھلے راستے سے نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور میرے گھر پہنچ گئے ...''

''کیا !!!'' مارے حیرت کے رانا فرزند کے منہ سے نکلا۔

''جی جناب ؟ انہوں نے اپنے اغوا کی کہانی مجھے سنائی ... یہ بھی کہا ان کے ساتھ ان کے پندرہ سولہ دوستوں کو بھی اغوا کیا گیا تھا ... ان سب سے پانچ پانچ کروڑ حاصل کیا گیا اور آپ نے رقم اکٹھی کر کے اس کے دیئے گئے بنک اکاؤنٹ میں جمع کرائی ... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے ...

''نہیں ۔'' انہوں نے زوردار انداز میں سر ہلایا۔

''بس تو پھر ... انہوں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے فون کیا تھا ... فون پر انہوں نے وہ معلومات مجھے دیں جو انہوں نے آپ سے حاصل کی تھیں ... ان میں ناٹی شاٹی کے بارے بتایا ... ابھی وہ فون پر بتا رہے تھے کہ انہوں نے کمرے کے دروازے پر ایک خوفناک دستک کی آواز سنی ... وہ ڈر گئے ... انہوں نے مجھے بتایا کہ کمرے کے دروازے پر کوئی ہے ... میں نے ان سے کہا ،آپ ہرگز دروازے نہ کھولیں ... اس پر انہوں نے کہا ... لیکن آنے والے دروازہ کھول لیں گے ...شاید دروازے میں ٹوٹنے کے آثار نظر آ رہے ہیں یا وہ ٹوٹ چکا تھا ... اب تو میں گھبرا گیا اور میں نے آندھی اور طوفان کی طرح اس طرف دوڑ لگا دی ... لیکن ظاہر ہے ... اغوا کرنے والوں کے پاس کافی وقت تھا اور

میرے پاس یہاں پہنچنے کے لیے وقت بہت کم تھا ... افسوس !''

''میرے بیٹے نے غلطی کی ... بہت بڑی غلطی۔'' یہ کہہ کر رانا فرزند رونے لگے ۔

''آپ حوصلہ رکھیں ... ہم ان لوگوں کا سراغ لگا لیں گے ... آپ کے بیٹے نے تو بہت جرأت سے کام لیا ہے ... ایسے لوگوں سے ڈرنا اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا ... یہ بزدلی ہے ... آج کل لوگ یہی کرتے ہیں ... چپ سادھ لیتے ہیں ... اور مجرم شیر ہو جاتے ہیں ... اور اگر انہیں خوف ہو کہ ان کے خلاف کارروائی ہوگی تو اتنی دلیری سے جرائم نہ کریں ... لیکن یہ وقت ان باتوں کا نہیں ... ہمیں اب اپنا کام کرنا ہے ... اب آپ گھر والوں کو تسلی دیں ... گھبرانے سے کچھ نہ ہوگا ... اللہ نے چاہا تو ہم ان کا سراغ لگا لیں گے۔''

''ان شاء اللہ !'' تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

''دونوں گارڈز یہیں ٹھہریں ... میں اپنے ماتحتوں کو بلوا رہا ہوں۔''

''اچھی بات ہے ... میری ضرورت ہو تو مجھے بھی بلا سکتے ہیں ۔''

''شکریہ ۔'' انہوں نے کہا اور رانا فرزند چلے گئے ۔

اب انہوں نے اکرام کو ڈائل کیا ... اسے ہدایات دیں ... اس کے بعد انہوں نے کمرے کا جائزہ شروع کیا۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ ۔''

''جی ... کس کا مطلب ۔'' گارڈز میں سے ایک بول اٹھا۔

'' سوال یہ ہے کہ آپ دونوں کے ہوتے ہوئے کوئی گھر میں داخل ہوا تو کیسے ... اب یا تو آپ اغوا کرنے والوں سے ملے ہوئے ہیں ... یا پھر انہیں کوٹھی میں داخل ہونے اور باہر جانے کا کوئی اور راستہ معلوم تھا ... یا پھر انہوں نے راستہ بنایا تھا ... سوال یہ ہے کہ وہ راستہ کون سا ہے۔''

'' ارے باپ رے۔'' دونوں اچھلے۔

''کیا ہوا۔''

'' وہ پچھلے راستے سے اندر داخل ہوئے ہوں گے۔''

'' کیا مطلب ... کیا پچھلی طرف کوئی راستہ ہے۔''

'' ہاں بالکل ہے۔''

'' اور وہاں کون ہے ... کون پہرہ دیتا ہے۔''

'' کوئی بھی نہیں جناب ... وہ تو بند ہی رہتا ہے ...''

'' جلدی مجھے اس راستے تک لے چلیں ... پہلے ہی آپ نے بتانے میں اتنی دیر لگا دی ہے۔''

انہوں نے دوڑ لگا دی اور پچھلے دروازے پر آ گئے ... یہ دیکھ کر انہیں حیرت نہیں ہوئی کہ وہ دروازہ کھلا تھا ...

'' یہ ایک اور عجیب بات ہوگئی ... ''انسپکٹر جمشید بڑبڑائے ۔

'' اور وہ کیا جناب۔''

'' اس راستے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلی مرتبہ بھی اس راستے سے

اندر آئے تھے ... لیکن اس بات کا پتا آپ لوگوں کو کیوں نہیں چلا اور پہلی بار اغوا کے بعد کسی کا دھیان اس کی طرف کیوں نہیں گیا۔''

'' کیسا دھیان ؟ ''

'' یہ کہ مجرم اس طرف سے آئے تھے۔''

'' ہم کوئی سراغ رساں نہیں جناب ... صرف معمولی چوکیدار ہیں ...ہمیں تو جہاں ڈیوٹی کرنے کے کہا جاتا ہے ہم وہاں کھڑے ہو جاتے ہیں ... اس لیے ہم کیا کہہ سکتے ہیں ... ہاں لیکن جب پہلی بار چھوٹے صاحب کو اغوا کیا گیا تھا اس وقت یہ دروازہ بند تھا ،یعنی اندر سے بند تھا تو ہم کس طرح یہ بات سوچ لیتے کہ پہلی بار اغوا کرنے والے اس طرف سے آئے تھے۔''

''کیا واقعی ... پہلی بار دروازہ اندر سے بند ملا تھا۔''

'' جی ہاں ... بالکل !''

''تب پھر اس کا مطلب ہے ... اس بار جلدی میں انہیں دروازہ بند کرنے کا وقت نہیں مل سکا ... میں فوراً ہی پہنچ گیا نا یہاں۔''

'' جی ضرور ایسا ہی ہے۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''لیکن یہاں ایک اور سوال پیدا ہو گیا ہے۔''انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' اور وہ کیا جناب ؟'' دوسرے نے حیران ہو کر پوچھا۔

'' پہلے تو آپ اپنا نام بتائیں۔''

'' میرا نام کامران ہے اور اس کا نام نصیر ہے۔''

'' تو کامران اور نصیر ... یہاں سوال یہ پیدا ہوگیا ہے کہ پہلی بار جب ناٹی شاٹی اس راستے سے فرار ہوئے تو اندر سے دروازہ کس نے بند کیا تھا ۔''

'' اندر سے کس نے بند کیا تھا ؟'' کامران نے حیران ہو کر کہا۔

'' ہاں ! دروازہ خود بخود تو بند ہو نہیں سکتا۔''

'' اس کا مطلب تو پھر یہ ہے کہ وہ کسی اور راستے سے فرار ہوئے ہوں گے ۔''

'' اور کسی اور راستے سے اندر آئے ہوں گے ... یہی بات ہے۔'' انہوں نے زور دار انداز میں کہا۔

''جی ہاں ... بالکل۔''

''تب پھر کامران اور نصیر ... ہم وہ راستہ تلاش کرتے ہیں ... اگر مل گیا تو ٹھیک ... نہ ملا تو پھر۔'' یہاں تک کہہ کر وہ رک گئے...

''نہ ملا تو پھر کیا ۔'' دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

''تو پھر ہم اس سوال کا جواب آپ دونوں سے لیں گے ۔''

'' اس کا مطلب ہے ،آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم نے وہ راستہ ان کے جانے کے بعد بند کیا تھا یعنی ہم ان سے ملے ہوئے ہیں۔''

''اگر کوئی اور راستہ نظر نہ آیا تو ہمیں یہی نتیجہ نکالنا پڑے گا۔''

'' نہیں...ایسی کوئی بات نہیں ... ہمارا اس معاملے سے دور کا بھی تعلق نہیں ... نصیر نے برا سا منہ بنایا ۔

'' وہ تو ہم دیکھیں گے نا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔

'' ضرور دیکھ لیجیے گا... نہ ہمارا جرائم کی دنیا سے کوئی واسطہ نہ کوئی دور کا بھی تعلق ...اور آپ اس بات کو لکھ لیں، ہمارا اس گھر سے وفاداری کا پرانا تعلق ہے ...ہم مر تو جائیں گے، اس گھر سے غداری نہیں کریں گے، اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے ... آپ اپنی سراغ رسانی کے گھوڑے دوڑا لیں... لیکن شرط ایک ہے ۔'' کامران نے یہ الفاظ نہایت غصے میں کہے تھے ... انہوں نے حیرت بھری نظر اس پر اور نصیر پر ڈالی ... وہاں بھی غصہ تھا۔

'' اور وہ شرط کیا ہے ؟'' انہوں نے اب بھی مسکرا کر پوچھا ۔

'' یہ کہ زبردستی ہمیں مجرم بنانے کی کوشش نہ کیجیے گا۔''

''تب پھر ایک بات آپ بھی لکھ لیں۔'' وہ مسکرائے۔

''اور وہ کیا ؟''

''آج تک ہم نے کسی کو بھی زبردستی مجرم نہیں بنایا... جس نے جرم کیا ہے ... اسی کو مجرم ثابت کیا ہے اور اگر آپ اپنے الفاظ کے آئینے میں واقعی سچے ثابت ہوئے تو ہم آپ کی قدر کریں گے۔''

'' شکریہ !'' دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

عین اس لمحے کوٹھی سے باہر گاڑی رکنے کی آوازیں سنائی دیں...

'' میرے ساتھی آگئے ۔'' انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

'' میں انہیں لے آتا ہوں ... '' کامران نے فوراً کہا۔

"فرار ہونے کی کوشش تو نہیں کرو گے۔" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

اس نے ایک کھا جانے والی نظر ان پر ڈالی اور پھر بولا۔

"ہم میں سے ایک جائے گا دوسرا تو یہیں ہے نا ... اس کے ذریعے آپ مجھے گرفتار کر سکتے ہیں... ہم دونوں سگے بھائی ہیں۔"

"ارے!"

مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆☆

دونوں سگے بھائی

عدنان بابر گہری نیند سو رہے تھے ...

اچانک ان کی آنکھ کھل گئی ... انہوں نے دیکھا ... ان کے بستر پر دو نوجوان بیٹھے مسکرا رہے تھے ... انہوں نے خیال کیا، وہ کوئی خواب دیکھ رہے ہیں ... کیونکہ ان کے کمرے میں کسی کی موجودگی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا ... وہ تو دروازہ اندر سے بند کر کے سوئے تھے اور کمرے میں داخل ہونے کا کوئی اور راستہ بھی نہیں تھا ... جو کھڑکی پائیں باغ میں کھلتی تھی، اس میں لوہے کی مضبوط سلاخیں لگی ہوئی تھیں ... لٰہذا اس منظر کو خواب خیال کرتے ہوئے انہوں نے آنکھیں پھر بند کرلیں ... فوراً ہی انہیں اپنے کان میں کوئی چیز رینگتی ہوئی محسوس ہوئی ... انہوں نے گھبرا کر کان پر ہاتھ مارا ... ان کا ہاتھ کسی دوسرے ہاتھ سے ٹکرایا اور انہوں نے پھر آنکھیں بند کرلیں ...

دونوں نوجوان اسی طرح مسکرا رہے تھے ... اب انہوں نے سوچا ... یہ خواب نہیں ہے ... کمرے میں دو نوجوان موجود ہیں ... وہ ہڑبڑا کر

اٹھ بیٹھے اور گھبر کر بولے۔ ''کیا مطلب... کون ہو تم۔''

''ناٹی شاٹی۔''

''کیا مطلب کون ناٹی شاٹی۔'' عدنان بابر نے حیران ہو کر کہا۔

''میں ناٹی ہوں۔''

''اور میں شاٹی۔''

انہوں نے باری باری کہا... ایسے میں عدنان بابر نے چونک کر کہا۔

''ارے یہ کیا... تم دونوں کی تو شکل بالکل ایک جیسی ہے۔''

''جی ہاں! یہ تو ہے۔''

''چاہتے کیا ہو... اور یہ بتاؤ... تم اندر کس طرح داخل ہوئے۔''

''کوئی بھی تالا ہمیں کسی عمارت میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتا... ہماری انگلی کا ایک ہلکا سا اشارہ بڑے سے بڑا تالا ایک سیکنڈ سے بھی پہلے کھول دیتا ہے... کیا سمجھے۔''

''یہی کہ تم لوگ چور ہو۔''

''تم ہمارے بارے میں کچھ بھی رائے قائم کر سکتے ہو... ہمیں چور خیال کر لو... ڈاکو سمجھ لو... اچکے کہہ لو... کوئی اعتراض نہیں... اصل بات پر آؤ... اصل بات پر۔''

''اصل بات... کیا مطلب؟''

''ہم جو یہاں آئے ہیں تو اب تم کو کچھ تو کرنا ہوگا... ہم ایسے ہی تو نہیں چلے جائیں گے۔''

''کیا چاہتے ہو اور کیوں۔؟'' انہوں نے پوچھا۔

''اچھا سوال ہے... کیا چاہتے ہو اور کیوں... جواب یہ ہے کہ ہمارا مطالبہ پورا کر دو... اور کیوں کا جواب یہ ہے کہ اپنے بیٹے کو آزاد کروانے کے لیے... تمہارا بیٹا اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔''

''کیا!!!... نہیں۔'' عدنان بابر پوری قوت سے چلائے۔

رات کے سناٹے میں ان کی آواز کمرے میں گونج گئی... باہر اس لیے نہیں جا سکی کہ یہ کمرہ بہت موٹی دیواروں والا تھا اور دروازے بھی اس کے بہت محفوظ قسم کے تھے... یوں بھی گھر کے باقی افراد سوئے ہوئے تھے... کمرے سے باہر کسی قدر آواز گئی بھی ہوگی تو وہ دوسروں کو جگا نہیں سکی تھی۔

''عدنان بابر صاحب... آہستہ آواز میں بات کریں... اس طرح آپ کے بیٹے کو نقصان پہنچ سکتا ہے... بہتر یہی رہے گا کہ آپ کے بیٹے کے بارے میں جو بات بھی ہو... وہ بس ہم تک رہے... ہمارے یہاں سے جانے تک دوسروں کو ایک بات بھی معلوم نہ ہو۔''

اب عدنان بابر کی آنکھوں میں الجھن نظر آئی... لیکن اس الجھن میں ابھی خوف شامل نہیں ہوا تھا... اس لیے کہ ابھی انہیں ناٹی شاٹی کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا...

''تم جھوٹ بول رہے ہو... بلا وجہ مجھے ڈرا دھمکا کر رقم وصول کرنا چاہتے ہو... لیکن میں اتنا بے وقوف نہیں... میرا بیٹا ایک پہاڑی

مقام پر گیا ہوا ہے ... اس کے ساتھ اس کے باڈی گارڈ موجود ہیں ...
مسلح باڈی گارڈ ... اگر کوئی گڑبڑ ہوئی ہوتی تو وہ مجھے اطلاع کر دیتے
... ان کی طرف سے کوئی فون نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرف
سب خیریت ہے ... اور تم ہوا میں باتیں کر رہے ہو۔''

''اچھی بات ہے ... فون تو یہاں ہے ... بیٹے کو فون کر لو۔''

''وہ اس وقت سو رہا ہوگا ... باڈی گارڈ بھی سوئے ہوں گے ...
ایسے میں بھلا وہ کیسے فون سنے گا۔''

''اچھی بات ہے ... تو ہم بیٹے سے تمہاری بات کرا دیتے ہیں۔''
دونوں ایک ساتھ بولے ... مسکرائے بھی۔

''کیا مطلب ... تم میرے بیٹے سے میری بات کراؤ گے۔''

''ہاں ! اس لیے کہ یہ کام ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں۔''

''نن ... نہیں نہیں۔'' اب پہلی بار انہوں نے خوف محسوس کیا۔

''کیا خیال ہے ... اپنے بیٹے سے بات کرنا پسند کرو گے۔''

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا ... ان کا دماغ تو سن ہوتا جا رہا تھا
... ناٹی شاٹی سمجھ گئے کہ وہ ہاں یا نہ کرنے کی حالت میں نہیں رہے،
اب ان میں سے ایک نے جیب سے موبائل فون نکالا ... اس پر نمبر دبایا
... پھر آواز سننے کے بعد موبائل عدنان بابر کی طرف بڑھا دیا ...

''لیجیے ... اپنے پیارے بیٹے سے بات کر لیں۔''

انہوں نے تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے موبائل لیا اور کان سے لگاتے

ہوئے بولے۔ ''مم ... میرے بیٹے ... تت ... تم کہاں ہو۔''

''ڈیڈ ... گھبرایئے نہیں ... میں خیریت سے ہوں۔'' دوسری طرف
سے پرسکون آواز سنائی دی ...

''لل ... لیکن یہ لوگ تو کہہ رہے ہیں انہوں نے تم کو اغوا کر لیا
ہے۔'' عدنان بابر نے حیران ہو کر کہا۔

''ڈیڈ ... اس میں تو شک نہیں، لیکن یہ لوگ ہیں بہت اچھے ...
انہوں نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں دی۔''

''ہمیں سے کیا مراد۔''

''میرے ساتھ کچھ اور لڑکے بھی ہیں۔''

''اوہ ... اوہ۔'' مارے خوف کے ان کے منہ سے نکلا ... پھر انہوں
نے کہا۔ ''اور ان لوگوں نے تمہیں رکھا ہوا کہاں ہے۔''

''یہ معلوم نہیں۔''

''اچھا ... میں ان سے بات کرتا ہوں ... تم فکر نہ کرنا۔''

''جی ڈیڈ۔''

فون انہیں دیتے ہوئے عدنان بابر نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''تم لوگ کیا چاہتے ہو۔''

''یہ تو تم نے سن لیا کہ ہم نے تمہارے بیٹے کو اور دوسروں کے
بیٹوں کو بہت آرام سے رکھا ہوا ہے ... تمہارے بیٹے کے ساتھ جتنے
نوجوان تفریحی دورے پر گئے ہوئے ہیں ... وہ سب ہی اس وقت

ہمارے قبضے میں ہیں۔''

'' اوہ اوہ۔''

''ہم دراصل لمبے ہاتھ مارنے کے عادی ہیں ... چھوٹے موٹے ہاتھ تو ہم مارتے نہیں ... ابھی پچھلے دنوں ہم نے رانا فرزند جمالی کے بیٹے اور ان کے ساتھ پندرہ سولہ نوجوانوں کو اغوا کیا تھا اور ان سب سے پانچ پانچ کروڑ وصول کیا تھا ... پتا نہیں کہ تم کو اس بات کا علم ہے کہ نہیں۔''

'' نن نہیں۔''

'' اس لیے کہ ابھی ایک دو دن کی بات ہے ... صبح انہیں فون کر کے تصدیق کر لینا۔''

''میں نے پوچھا ہے ... تم چاہتے کیا ہو۔''

''بتایا تو ؟ ویسے ہمارا ریٹ تو بس پانچ کروڑ فی کس ہے۔''

'' تمہارا مطلب ؟... مجھے اپنے بیٹے کو رہا کرانے کے لیے پانچ کروڑ ادا کرنا پڑیں گے۔''

''بلکہ ان کے ساتھ جو نوجوان ہیں ... ان کے ماں باپ بھی پانچ پانچ کروڑ صول کر کے یہاں جمع کر لیں پھر ہم فون کریں گے اور بتائیں گے کہ یہ رقم کہاں اور کیسے پہنچانی ہے۔''

'' اوہ ...اوہ ... اچھا ... اور وہ دوسرے لڑکے جو میرے بیٹے کے ساتھ ہیں ، ان کے نام بتا دو اور ان کے والدین کے بھی ... اور ان

سے رابطے کے لیے فون نمبر بھی ... تا کہ میں ان سے بات کر سکوں۔''

'' لیکن ایک بات نوٹ کرلو ... تم نے اگر پولیس کی خدمات حاصل کیں تو پھر بیٹے کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی اور نہ اس کے دوستوں کی ... رقم ادا کرنے کے بعد بھی تم لوگ پولیس کو فون نہیں کرو گے ... ورنہ ہم دوبارہ اغوا کر لیں گے ... اس کا ثبوت بھی سن لیں۔''

'' ثبوت ؟''

''پولیس سے رابطہ کرنے کے نتیجے میں ہم نے کیا کیا ہے ...اس کا ثبوت ہے۔''ان میں سے ایک نے کہا۔

'' کیا کہنا چاہتے ہو...میں سمجھا نہیں۔''

'' رقم کی ادائیگی کے بعد ہم نے رانا فرزند کے بیٹے اور اس کے دوستوں کو رہا کر دیا تھا ... رانا کا بیٹا احمد حسن انسپکٹر جمشید کے گھر چلا گیا تاکہ ہمارا سراغ لگایا جا سکے ...ہم نے اسے دوبارہ اغوا کر لیا ہے ...اور اس میں بھی شک نہیں کہ رانا فرزند نے پولیس کی خدمات حاصل نہیں کیں ... اس کے باوجود ہم نے انہیں معاف نہیں کیا اور اسے پھر اغوا کر لیا ہے ... پہلے ہم نے ان سے صرف پانچ کروڑ روپے لے کر اسے چھوڑ دیا تھا ... اب وہ اتنے سستے نہیں چھوٹیں گے ... اور احمد حسن کو بھی اب ہم بتائیں گے کہ پولیس کے پاس کیسے جایا جاتا ہے ... اس طرح اب تم لوگوں کی باری ہے ... پانچ پانچ کروڑ جمع کر کے ہمارے حوالے

کر دو... اور پولیس کے پاس بھی نہ جاؤ... اسی میں تمہاری خیر ہے... اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

عدنان بابر کچھ نہ بول پایا... بس ٹکر ٹکر انہیں دیکھتا رہا۔

"تو عدنان بابر صاحب... یقین نہیں تو صبح رانا فرزند کو فون کر کے معلوم کر لینا... میں جا رہا ہوں... اور یہ سنبھالو... ہم پہلے ہی سب کچھ لکھ لائے ہیں... اس کاغذ پر ان سب کے نام موجود ہیں جن کے بیٹے ہمارے پاس ہیں... انہیں فون کرو، صورت حال بتاؤ اور پانچ پانچ کروڑ وصول کر لو... پھر ہم تمہیں بتائیں گے کہ رقم کس طرح ہم تک پہنچائی جائے... سنا تم نے... آؤ شاٹی چلیں۔"

"چلو ناٹی۔" شاٹی نے فوراً کہا۔

دونوں اٹھ کھڑے ہوئے... اس وقت شاٹی نے کہا:

"اگر ہمیں پکڑوانے کی کوئی کوشش کی تو تمہارا بیٹا جان سے جائے گا کیونکہ جس جگہ وہ ٹھہرے ہیں وہاں پولیس تو کیا فوج بھی فوراً نہیں پہنچ پائے گی... ادھر ہم انہیں کہہ کر آئے ہیں کہ دو بجے تک اگر ہم نہ پہنچے تو عدنان بابر کے لڑکے کو الٹا لٹکا کر اس کے سینے پر سگریٹ کے داغ لگانا شروع کر دینا۔

"نن نہیں... ہرگز نہیں... میں پولیس کے پاس نہیں جاؤں گا... رانا فرزند بھی خود نہیں گیا تھا... اس کا نادان بیٹا چلا گیا تھا... تم لوگوں کو اس کی نادانی کی اتنی بڑی سزا نہیں دینی چاہیے تھی... خدا کے لیے

اسے بھی میرے بیٹے کے ساتھ چھوڑ دینا۔"

"احمد حسن نہیں چھوٹے گا... اور باقی سب چھوٹ جائیں گے۔"

"کیا مطلب... کک... کیا تم لوگ اسے۔"

"ہم اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں کیا نہیں یہ بتانا مشکل ہے... لیکن بہرحال... اس کے ساتھ اچھا سلوک تو کیا نہیں جا سکتا..."

"لیکن وہ بچہ ہے... ناسمجھ ہے۔" عدنان بابر نے چیخ کر کہا۔

"عدنان بابر... خیر تو ہے... اتنی بلند آوازیں... کیا تعلق ہے تمہارا احمد حسن سے۔"

"وہ... وہ میری بہن کا بیٹا ہے۔"

اسی وقت اس کی آنکھوں کے سامنے چمکیلا سا غبار لہرایا اور اسے اپنا ذہن ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ تھوڑی دیر غنودگی کی یہ کیفیت اس پر طاری رہی... ہوش و حواس واپس آئے تو دونوں جا چکے تھے...

سب سے پہلے عدنان بابر نے رانا فرزند جمالی کو فون کیا... لیکن اسے حیرت نہیں ہوئی جب فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی...

"آپ جاگ رہے ہیں۔"

"ہاں میں جاگ رہا ہوں... احمد کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"یہ بھی تو کہیں نا کہ دوبارہ اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"ارے... آپ... آپ کو کیسے پتا چلا۔"

"فاخر کو بھی اغوا کیا جا چکا ہے... اغوا کرنے والوں نے ہی مجھے

احمد کے بارے میں بتایا۔''

''کیا ... نہیں ۔'' رانا فرزند جمالی زور سے چلائے ۔

''ہاں بھائی صاحب ... اس سمیت پندرہ لڑکے تھے ... اب مجھے ان سب سے پچھتر کروڑ وصول کر کے پہنچانے ہیں۔''

''تت تو کیا ... نائٹی شاٹی نے ...'' وہ ہکلا کر رہ گئے۔

''جی ہاں ... وہی ... ایک ہی شکل و صورت کے دو آدمی۔''

''ارے باپ رے ! تو وہ آپ کی طرف بھی پہنچ گئے تھے۔''

''ہاں ! نائٹی شاٹی نے مجھے تفصیل بتا دی ہے ۔''

''اوہ ... اوہ !!''

''اب آپ کا کیا ارادہ ہے ... کیا نائٹی شاٹی نے احمد کے دوبارہ اغوا کے بعد آپ سے رابطہ کیا۔''

''نن ... نہیں ... لیکن انسپکٹر جمشید کا کہنا ہے کہ اسے نائٹی شاٹی نے ہی اغوا کیا ہے ... اور اب آپ نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔''

''انسپکٹر جمشید ؟؟ ... کیا آپ نے انسپکٹر جمشید کو احمد کے دوبارہ اغوا کی اطلاع کر دی ... شاید آپ جانتے نہیں کہ احمد کو اسی لیے دوبارہ اغوا کیا گیا ہے کہ اس نے انسپکٹر جمشید کو خبر کر دی تھی۔''

''احمد کے سلسلے میں ہی انسپکٹر جمشید میرے ہاں پہنچے ہوئے ہیں ... لیکن انہیں میں نے نہیں بلایا ... انہیں احمد کے ذریعے حالات کی خبر ہو گئی تھی ... اور اسی کی سزا کے طور پر اسے دوبارہ اغوا کر لیا گیا ہے ...

کچھ دیر پہلے جب وہ فون پر انسپکٹر جمشید سے ہی بات کر رہا تھا تو اسی دوران اسے اغوا کیا گیا ... ارے ہاں ... کیا نائٹی شاٹی اس وقت بھی آپ کے گھر میں موجود ہیں۔''

''جی نہیں ... لیکن بس ابھی ابھی گئے ہیں ... مگر آپ یہ بات انسپکٹر جمشید کو نہ بتایئے گا اور اگر انہوں نے موبائل پر ہونے والی بات سن لی ہے تو ان سے درخواست کر دیجیے گا کہ وہ اس بات کو پی جائیں... جب تک فاخر نہیں آ جاتا۔''

''آپ فکر نہ کریں ، میں یہی کروں گا ... انہیں اس بات چیت کا پتا نہیں ... میں اپنے بیڈ روم میں ہوں اور وہ باہر گارڈز کے ساتھ ۔''

''یہ بہت اچھا ہوا ... اچھا مجھے اب سب سے رابطہ کرنا ہے۔''

''اچھی بات ہے ... اللہ اپنا رحم فرمائے۔''

فون بند کر کے رانا فرزند جمالی انسپکٹر جمشید کی طرف آئے ... ادھر انسپکٹر جمشید بیرونی دروازے کی طرف رخ کر چکے تھے ...کیونکہ ابھی تک ان کے ساتھی اندر نہیں پہنچے تھے ...انہیں آنے میں دیر ہوگئی تھی .. ...ایسے میں وہ نصیر کی طرف متوجہ ہوئے ...

''کیا ہوا ... کامران ان کے ساتھیوں کو لے کر اب تک اندر کیوں نہیں پہنچا؟''

'' معلوم نہیں صاحب ... ''نصیر نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

'' اللہ اپنا رحم فرمائے ، پتا نہیں کیا ہو رہا ہے۔''

"کیا کوئی اور خبر بھی ہے صاحب۔"

"پہلے تم باہر کی خبر لے آؤ۔"

"جی بہتر! نصیر نے کہا اور باہر کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا ... پھر جب اس کی بھی واپسی نہ ہوئی تو رانا جمالی بے چین ہو گئے۔

"لگتا ہے ... دروازے پر کوئی گڑبڑ ہے ... تبھی تو کوئی بھی واپس نہیں آیا۔" یہ سوچتے ہوئے وہ خود بھی مین گیٹ کی طرف بڑھے۔

وہاں پہنچ کر انہیں ایک زبردست جھٹکا لگا ... ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا ... پھر ان کے منہ سے مارے حیرت اور پریشانی کے نکلا ...

"اُف مالک! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

☆☆☆☆☆

پھر وہی دونوں

دروازے پر انسپکٹر جمشید بت بنے کھڑے تھے ...

کامران گیٹ کے بالکل سامنے باہر کی طرف زمین پر ساکت پڑا تھا اور اس کے ساتھ ہی نصیر بھی پڑا تھا ...

اور وہاں ایک ہی شکل کے دو آدمی کرسیاں ڈالے ان پر بیٹھے تھے ... رانا جمالی بھلا کیسے نہ پہچانتے کہ وہ نائی شائی ہیں ... گیٹ کے اوپر نصب بلب کی روشنی عین ان کے چہروں پر پڑ رہی تھی، ورنہ اندھیرے میں شکلیں کیسے نظر آتیں ... وہ دونوں اس طرح منہ بسورے بیٹھے تھے کہ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی کی موت کا سوگ منا رہے تھے۔

اسی وقت انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی:

"تو تم ہو نائی شائی۔"

"کیا فائدہ۔" ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا۔

"کون سے فائدے اور نقصان کی بات کر رہے ہو؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

'' اب تو جو ہونا تھا ہو چکا ، اب آپ کے تشریف لانے سے کیا فرق پڑ جائے گا... آپ اپنے گھر کی فکر کریں ... ہماری فکر چھوڑیں ... ہم آپ کے بغیر بھی کام چلالیں گے ... ''

''کیا مطلب ... میں اپنے گھر کی فکر کروں۔'' وہ چونکے ۔

'' اور کیا ... ہماری فکر کر کے آپ کے پلے کچھ نہیں پڑے گا ... جائیں اچھے بچوں کی طرح اپنے گھر جائیں ... ان لوگوں سے ہم خود بات کرلیں گے ۔''

عین اس وقت گاڑیاں آکر رکیں ... ان پر اکرام اور اس کے ماتحت آئے تھے ... لیکن محمود ، فاروق اور فرزانہ سے ان کا رابطہ نہیں ہو سکا تھا ... انہیں تو وہ سوتا چھوڑ آئے تھے ... اب یہ دونوں ان سے کہہ رہے تھے کہ جا کر اپنے گھر کی خبر لیں ... اس بات نے انہیں فکر مند کر دیا تاہم انہوں نے کہا:

'' پہلے یہ بتاؤ ... ان دونوں گارڈز کو کیا ہوا ... میں نے خود دیکھا ہے کہ یہ نصیر جو بعد میں آیا تھا ... نزدیک آتے ہی تڑ سے گرا تھا۔''

''یہ دونوں ہمیں دیکھ کر بے ہوش ہوگئے ... حالانکہ ہم نے کہا بھی تھا کہ ...'' دونوں یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے ۔

''کیا کہا تھا...''

''یہ کہ ہمیں دیکھ کر بے ہوش ہونے کی ضرورت نہیں ،لیکن انہوں نے ہماری بات نہ مانی اور بے ہوش ہوگئے ۔''

انسپکٹر جمشید نے ان کو گھور کر دیکھا ... پھر پرسکون آواز میں بولے۔

''لگتا ہے تمہیں کسی کے ہاتھ نہیں لگے ... خیر اب آگئے ہو تو یہ کام بھی ہو جائے ...میں اپنے گھر کی خبر لے لیتا ہوں ... پھر تم سے بات کرتا ہوں۔''

''ہمیں کوئی جلدی نہیں ...'' دونوں نے ایک ساتھ کہا...اور ساتھ میں مسکرائے بھی۔

انہوں نے برا سامنہ بنایا ، پھر گھر کے نمبر ڈائل کیے ... لیکن سلسلہ نہ ملا ... محمود ،فاروق اور فرزانہ کے فون بھی بند تھے ... اب انہوں نے ان دونوں کی طرف دیکھا :

'' تم خود بتا دو ، وہاں کیا ہوا ہے ۔''

''اس کا تعلق وہاں جا کر دیکھنے سے ہے۔''

اس لمحے انہوں نے شدید الجھن محسوس کی ... نائٹی شائٹی احمد حسن کو پھر اغوا کر چکے ہیں ... اور اس وقت یہاں موجود تھے ... ان حالات میں انہیں آزادانہ چھوڑ کر گھر کا رخ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا ... دوسری طرف گھر میں بھی خیریت نہیں تھی ...خیریت ہوتی تو فون کا جواب ضرور دیا جاتا ... آخر انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ اسی جگہ ٹھہر کر ان دونوں سے نبٹا جائے اور اس کے بعد گھر کی خبر لی جائے ...

پھر انہوں نے اکرام کو مخاطب کر کے کہا۔'' تم جاؤ اور پہلے گھر کی خبر لے لو ۔''

''بہت بہتر سر ... اپنے نصف ماتحتوں کو ساتھ لے جاتا ہوں اور نصف یہاں رہیں گے ۔''

''ٹھیک ہے۔''

اکرام اسی وقت روانہ ہوگیا ... اب وہ ان کی طرف مڑے ...

''ہاں دوستو ! اب بتاؤ ... یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہے ... کیا تم یہ سمجھتے ہو یہاں کوئی قانون نہیں ہے ۔''

''ہم یہاں کے قانون کو مانتے کب ہیں ۔''

''ٹھیک کہا ... وہ تو تم سے میں منواؤں گا ۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اسی لیے تو یہاں آئے ہیں ... ورنہ آپ خود سوچیں ، ہمیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی ... یہاں تو ہمیں کوئی کام ہی نہیں تھا ،بس ہم نے سوچا، لگے ہاتھوں آپ سے بھی ملاقات ہو ہی جائے ... اب جب کہ آپ اس کیس میں ٹانگ اڑا ہی بیٹھے ہیں ۔''

''یہ ٹانگ احمد حسن کی وجہ سے اڑی ہے۔'' انہوں نے کہا۔

''اسی لیے وہ پھر قید میں ہے اور ہم اسے مزہ چکھائیں گے۔''

''اس کے بعد جو مزہ میں تمہیں چکھاؤں گا ... وہ تم مرتے دم تک بھول نہیں پاؤ گے ... اور مزید رقم بھی اب ملنے سے رہی ۔''

''اب بات رقم کی تو رہ ہی نہیں گئی۔'' ناٹی نے منہ بنایا ۔

''لیکن وہ بچہ ہے ۔'' رانا فرزند جمالی چلائے ۔

''بس یہی وجہ ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہے اور اسی بنیاد پر شاید ہم

اسے زندہ چھوڑ دیں گے ... لیکن زندہ لاش بنا کے۔''

''نہیں نہیں ایسا نہ کرنا ... بچہ سمجھ کر اسے معاف کر دینا ... دیکھو یہ باپ تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہے ... خدا کے لیے رحم کرو ... مجھ سے میری ساری دولت لے لو۔''

''ہم تمہاری پیش کش پر غور کریں گے ... مناسب سمجھا تو تم سے تمہاری ساری دولت لے کر اسے رہا کر دیں گے ۔'' شاٹی سفاک انداز میں مسکرایا.. ناٹی نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

رانا فرزند جمالی کے بدن پر لرزہ طاری تھا ... وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

''کیا بات ہے ... تم انسپکٹر جمشید سے مدد کیلئے نہیں کہہ رہے ۔''

رانا فرزند جمالی نے بے بسی کے عالم میں انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں آپ ہی بتائیں میں کیا کروں ، میں آخر ایک باپ ہوں۔ انسپکٹر جمشید ان کا مطلب سمجھ گئے ... مسکرا کر کہنے لگے ...

''میں آپ کا درد سمجھ سکتا ہوں۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ ۔''

''اب مسٹر ناٹی اور مسٹر شاٹی ... میرے نزدیک تم پکے مجرم ہو ... اغوا کی وارداتیں کرتے ہو اور بڑی بڑی رقمیں وصول کرتے ہو...لہٰذا تم خود کو میرے حوالے کر دو ۔''

''ابھی تو ہم آپ سے بھی محمود ، فاروق اور فرزانہ کے بدلے رقم وصول کریں گے۔'' یہ کہتے ہوئے شاٹی ہنسا۔

''پہلے انہیں اغوا تو کر لو۔''

''یہ کام تو ہو بھی چکا۔''

''میں کیسے یقین کر لوں۔''

''اسی لیے تو وہ آپ کا فون نہیں سن رہے ... اچھا ٹھہریں ... ہم آپ کی ان سے بات کراتے ہیں۔''

یہ کہہ کر ان میں سے ایک نے موبائل پر نمبر دبا دیا، پھر اس میں انسپکٹر جمشید کہا اور موبائل ان کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ لیں اپنا اطمینان کر لیں ... کل کسی وقت ہم آپ کو ان کی رہائی کی قیمت بتائیں گے ... وہ ادا کر کے انہیں چھڑا لیجیے گا۔''

انہوں نے اسے کوئی جواب نہ دیا ... موبائل لے کر کان سے لگا لیا اور بولے۔''بڑی آسانی سے ان کے ہاتھ آ گئے۔''

''ابا جان، ان کی کوئی بات ہرگز نہ مانیں۔''محمود کی آواز آئی۔

''کیا تمہاری امی جان بھی تمہارے ساتھ ہیں۔''

''جی ہاں!''

''بس تم فکر نہ کرو۔''

''ہم بالکل فکر مند نہیں ہیں ... آپ پر سکون رہ کر اپنا کام کریں۔''

''... اور کچھ۔''

''سرخ رنگ ...۔''

اس کے ساتھ ہی محمود کے ہاتھ سے موبائل چھین لیا گیا ... ان کے

ذہن میں یہ الفاظ گونج گئے ... ''سرخ رنگ۔''

نہ جانے محمود اس کے بعد کیا کہنا چاہتا تھا ... انہوں نے موبائل ان کی طرف بڑھانے کی بجائے جیب میں رکھ لیا ...

''آپ بھول رہے ہیں ... یہ ہمارا ہے۔''

''سزا بھگت کر جب جیل سے نکلو گے تب ملے گا۔''

''ہائیں کیا آپ ہمیں گرفتار کر چکے ہیں۔'' دونوں ایک ساتھ ہنسے۔

''ہاں تو اور کیا ... تم بھاگ کر جا بھی کہاں سکتے ہو۔''

''فرض کر لیں ہم میں سے ایک ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف بھاگے تو آپ ایک کو گرفتار کر سکیں گے دوسرے کو نہیں ... یہ اور بات ہے کہ۔'' ان میں سے ایک کہتے کہتے رک گیا ...

''یہ اور بات ہے کیا؟'' انہوں نے پوچھا۔

''یہ اور بات ہے کہ ہم دونوں کو ہی نہیں پکڑ سکیں گے، آزمائش شرط ہے ... ہم جا رہے ہیں، پکڑ سکتے ہیں تو ... آؤ ناٹی چلیں۔''

''چلو شائی۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی دونوں نے دوڑ لگا دی ... انسپکٹر جمشید پہلے ہی تیار تھے ... وہ بھی ان دونوں کے پیچھے دوڑ پڑے اور اکرام کے ماتحتوں کو حکم دے دیا: ''میرے پیچھے گاڑیوں میں آؤ۔''

اس وقت تک ناٹی شائی بہت دور جا چکے تھے ... انہوں نے بھی گاڑیوں کا انتظار نہ کیا اور پوری رفتار سے دوڑنے لگے ... فوراً ہی

احساس ہوگیا کہ درمیانی فاصلہ کم سے کم ہونے کی بجائے لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا ہے۔ پھر پہلی گاڑی ان کے قریب آکر رکی ... اسے محمد حسین آزاد چلا رہا تھا ... وہ کود کر اس میں سوار ہوئے ... ادھر گاڑی آگے بڑھی ، ادھر ٹائی شائی نظروں سے اوجھل ہوگئے ... گاڑی اس سمت میں بڑھتی رہی۔ ایک موڑ پر پہنچے تو ان کے لیے ایک اور حیرت موجود تھی۔

وہ دونوں سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر بڑے مزے سے بیٹھے تھے ...یوں لگتا تھا جیسے انہیں دنیا کا کوئی کام نہ ہو... انہوں نے خیال کرلیا کہ وہ بھاگ بھاگ کر بے دم ہوگئے ہیں لہٰذا اب ان کی گرفتاری آسان کام ہے ... اسی وقت انسپکٹر جمشید نے اپنا موبائل فون ہاتھ میں لیا ... اس کا کیمرہ آن کیا اور غیرمحسوس طور پر ٹائی شائی کی تین چار تصویریں کھینچ ڈالیں۔

اس کے بعد انسپکٹر جمشید نے گاڑی ان کے پاس روک دی... عین اسی وقت دونوں ایک جھٹکے سے اٹھے اور پھر دوڑ پڑے ... اب انہوں نے گاڑی سے اترنے کا ارادہ بدل دیا اور گاڑی ان کے پیچھے لگا دی ... اب وہ آگے آگے تھے اور گاڑی پیچھے پیچھے ... ایسے میں اچانک انسپکٹر جمشید کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا :

''اوہو ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں ۔''

'' کک ... کیا سر۔'' محمد حسین آزاد کی آواز سنائی دی۔

'' ان کی رفتار گاڑی کی رفتار سے کسی طرح کم نہیں ہے ... اس

وقت جس رفتار سے گاڑی دوڑ رہی ہے ... یہ دونوں بھی اسی رفتار سے دوڑ رہے ہیں ... درمیانی فاصلہ کم نہیں ہو رہا ہے۔''

'' اب میں گاڑی کی رفتار بڑھا رہا ہوں ...دیکھتے ہیں پھر یہ کیا کرتے ہیں۔'' محمد حسین آزاد کے لہجے میں جوش تھا۔

یہ کہہ کر اس نے رفتار بڑھا دی ... لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے محسوس کیا ... ان کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی ...

'' انہوں نے بھی رفتار بڑھا دی ہے۔'' وہ چلائے۔'' یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں ... کیا کوئی اس قدر تیز رفتار بھی ہو سکتا ہے۔''

'' پتا نہیں ہو سکتا ہے یا نہیں ...لیکن سر یہ تو ہیں اتنے تیز رفتار۔''

'' ہوں ... خیر... دیکھتے ہیں۔''

دوڑ جاری رہی ...ان کی رفتار میں کوئی کمی واقع نہیں ہو رہی تھی... گاڑی اب سنسان سڑک پر تھی اور دائیں بائیں گھنا جنگل تھا ... پھر اچانک ٹائی شائی جنگل میں جا گھسے ... انسپکٹر جمشید کے لیے مسئلہ پیدا ہوگیا ... گاڑی درختوں کے درمیان تو تیز چل ہی نہیں رہی تھی...لہٰذا انہیں گاڑی سے اتر کر جنگل میں دوڑ لگانا پڑی ... اتنی دیر میں وہ اور دور جا چکے تھے اور درمیانی فاصلہ بہت بڑھ گیا تھا اور وہ صاف محسوس کر رہے تھے کہ اس طرح وہ انہیں نہیں پکڑ سکتے ... اور وہی ہوا ... جلد ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوگئے ...

اس کے بعد وہ سورج طلوع ہونے تک جنگل میں ٹامک ٹوئیاں

مارتے رہے لیکن ان کا کوئی سراغ نہ ملا ... صبح آٹھ بجے کے قریب آخر تھک ہار کر وہ گھر واپس لوٹے ... خالی گھر ان کا منہ چڑا رہا تھا ... ان کا دل گھبرانے لگا ... وہ جلدی جلدی لباس تبدیل کر کے گھر سے نکل آئے ... جونہی وہ اپنے دفتر پہنچے ... آئی جی صاحب کا پیغام میز پر پہلے سے موجود تھا ... آئی جی صاحب انہیں بلا رہے تھے ...

وہ ان کے دفتر میں داخل ہوئے تو ان کے دفتر میں کوئی نہیں تھا ... ابھی انہیں انتظار کرتے ایک منٹ بھی نہیں ہوا تھا کہ آئی جی صاحب اندر داخل ہوئے اور چکر کاٹ کر اپنی کرسی پر جا بیٹھے۔

'' جمشید ... بڑے بڑے لوگوں کے بیس کے قریب لڑکے غائب ہیں ... ٹی وی چینلز کو بھی ای میل موصول ہوئی ہے ... اور اس میں انہوں نے ایک ہی مطالبہ ہے ... اس کے بغیر تو وہ کوئی بات سرے سے کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔''

'' لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے سر ... ؟ ''

'' کیا کیسے ہوسکتا ہے۔'' آئی جی صاحب چونکے۔

'' یہی کہ اغوا کرنے والے اس طرح سامنے آ جائیں ... ابھی تک تو انہوں نے معاملات کو اس حد تک راز میں رکھا ہوا تھا کہ پولیس سے رابطہ کرنے کی سزا کے طور پر ایک لڑکے کو انہوں نے دوبارہ اٹھا لیا۔''

'' کک ... کیا مطلب ... کس کو ... تت ... تو تم جانتے ہو کہ اغوا کرنے والے کون ہیں۔''

'' بس اس حد تک جانتا ہوں کہ کوئی ناٹی شاٹی ہیں ... بس یہی دو نام اس وقت تک سامنے آئے ہیں۔''

'' اوہ ... اوہ ... اور اسی نام سے سوشل میڈیا پر بھی ایک وڈیو جاری کی گئی ہے !! ''

'' کیا !!! '' انسپکٹر جمشید بری طرح چونکے۔

'' خیر تو ہے جمشید ! ''

'' وہ محمود، فاروق، فرزانہ اور ان کی والدہ کو اغوا کر چکے ہیں۔''

'' کیا !!! '' اس بار چلانے کی باری آئی جی صاحب کی تھی۔

'' جی ہاں ... اور میں رات بھر ناٹی شاٹی کی تلاش میں رہا ہوں ... لیکن وہ دونوں تو عجیب ہی چیز ہیں ... کار کی رفتار بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی ... میں بھی ان سے شکست کھا چکا ہوں۔''

'' کیا کہہ رہے تم ... یعنی کل رات سے اتنا سب کچھ ہوگیا ... اور مجھے کچھ علم ہی نہیں ... ''

'' وقت ہی نہیں مل سکا سر ... '' یہ کہہ کر انہوں نے آئی جی صاحب کو ساری تفصیل سنائی۔ ان کے خاموش ہونے پر آئی جی صاحب بول پڑے: '' تم ایک بات نہیں جانتے ... ''

'' اور وہ کیا سر؟ '' انسپکٹر جمشید چونکے۔

'' رانا فرزند کے برادر نسبتی عدنان بابر کے بیٹے اور اس کے ساتھ پندرہ لڑکوں کو کل رات اغوا کر لیا گیا ہے۔''

" اوہ ... اوہ !! " انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

" اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کی اطلاع ہمیں ان بچوں کے گھر والوں سے نہیں بلکہ میڈیا نے دی ہے۔"

" اس کا مطلب ہے کہ اب وہ کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔"

" کون ہیں یہ ناٹی شاٹی ... پہلے تو کبھی ان کا نام سامنے نہیں آیا ... کہیں یہ ہم سب کو لوہے کے چنے نہ چبوا ڈالیں ... جب تم کو چکمہ دے گئے ... لگتا ہے دارالحکومت پر نئی مصیبت نازل ہونے والی ہے ... بھلا اتنے تیز رفتار مجرموں کو کوئی کیسے قابو کر پائے گا۔" آئی جی صاحب ایک ہی سانس میں کہتے چلے گئے ... ان کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو چلے تھے۔

" رے راٹا سے زیادہ تیز رفتار تو نہیں ہوں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" سائنس بہت ترقی کر گئی ہے جمشید ... پتا نہیں کیسے کیسے نئے شعبدے آ گئے ہیں ..."

" مجرم کوئی بھی ہو ... کیسا ہی اور کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو ... قانون کی گرفت میں آ ہی جاتا ہے ... یہ بات آپ ہی کہا کرتے ہیں سر ... اور میں نے بھی آپ سے ہی سیکھی ہے۔"

" ہاں ... لیکن اتنا دیدہ دلیر مجرم کم ہی دیکھے ہیں کہ میڈیا کے ذریعے اپنے مطالبات پیش کریں ... ۔"

" خیر اس پر تو مجھے بھی حیرت ہے کہ اچانک راتوں رات انہوں نے اپنی حکمتِ عملی کیوں تبدیل کر دی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

" شاید اسی لیے کہ تمام تر کوشش کے باوجود احمد حسن نے تم کو ان کے بارے میں معلومات فراہم کر دیں ... اور اب گھبرا کر انہوں نے یہ مطالبہ کر ڈالا۔"

" اور ان کا مطالبہ کیا ہے۔"

"نہیں جمشید۔" انہوں سر انکار میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی کیا مطلب ... نہیں جمشید کیا سر۔"

"ہم ان کا مطالبہ نہیں مان سکتے ... نہیں مان سکتے۔"

"ان کی جو وڈیو جاری کی گئی ہے ... اس میں وہ کہتے ہیں ... انسپکٹر جمشید کو ملازمت سے فارغ کیا جائے ... تمام تر اختیارات سلب کر لیے جائیں ... اس کیس میں وہ ذرہ بھر بھی کوشش نہ کریں۔" یہاں تک کہہ کر آئی جی صاحب خاموش ہو گئے۔

" بات کچھ اور ہے ..." انسپکٹر جمشید سوچ میں ڈوب گئے۔

" کیا مطلب ...؟؟"

" مطلب یہ کہ میڈیا میں خبر آنے سے تو ان کے لئے مشکلات بڑھ جائیں گی ... لوگ مطالبہ کریں گے کہ ان لوگوں کو پکڑا جائے جو حکومت سے ٹکر لے رہے ہیں اور کھلے عام دھمکیاں دے رہے ہیں ..."

" تو پھر ...؟"

'' اصل معاملہ کچھ اور ہی ہے ... اور ہمیں اس میں الجھا کر وہ کوئی اور کام نکالنا چاہتے ہیں ... شاید ہماری توجہ کسی اور بڑے جرم یا سازش سے ہٹانا چاہتے ہیں۔''

'' اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں ...'' آئی جی صاحب پریشان ہوگئے۔

'' لیکن پھر ... آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔''

'' ہم ان کی کوئی بات نہیں مانیں گے اور بس۔''

''لیکن سر ... اس سے اور زیادہ نقصان ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید نے انکار میں سر ہلایا۔

''کیا مطلب ... کیا نقصان ہوگا۔''

''نقصان یہ ہوگا کہ ان کے قبضے میں بیس بائیس بچے ہیں ... وہ انہیں تکلیف پہنچائیں گے۔''

'' تمہارے بچے اور ان کی والدہ بھی تو ان کے قبضے میں ہیں۔'' آئی جی صاحب غمگین انداز میں مسکرائے۔

'' جی ہاں سر ... لیکن وہ تو آئے دن ایسے حالات سے گزرتے رہتے ہیں ... میں ان کی وجہ سے یہ بات نہیں کہہ رہا بلکہ ان لڑکوں کے لیے کہہ رہا ہوں۔''

''لیکن جمشید تمہارے جانے پر تو وہ اور زیادہ شیر ہو جائیں گے۔''

''کوئی پروا نہیں۔''

'' پھر سوچ لو جمشید۔''

''میں سمجھتا ہوں سر ... آپ بس اعلان کروا دیں ... میں یہاں سے گھر جا رہا ہوں ... اپنی وردی اتارنے۔''

'' وزیرِ داخلہ نہیں مانیں گے ... وہ کسی قیمت پر تم کو ہٹانے کے حق میں نہیں ہیں۔''

'' ان سے میں خود بات کرلوں گا سر ...''

'' جمشید !'' آئی جی صاحب نے درد بھرے انداز میں کہا۔

'' اس کے سوا کوئی چارہ نہیں سر۔''

آئی جی پھٹی پھٹی آنکھوں سے کچھ دیر تک انہیں دیکھتے رہے... آخر قلم اٹھا کر حکم لکھنے لگے۔ دوسری طرف انسپکٹر جمشید بھی جیب سے قلم اور نوٹ پیڈ نکال کر اس پر کچھ لکھنے لگے ... اس کے بعد انہوں نے نوٹ پیڈ آئی جی صاحب کے سامنے کھسکا دیا ... آئی جی صاحب نے تحریر پڑھی اور پھر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

☆☆ ☆☆☆

کچھ اور نام

دوسرے دن کے اخبارات ان خبروں سے بھرے پڑے تھے...

ٹی وی چینلز پر سوشل میڈیا والی وڈیو بار بار چلائی جا رہی تھی۔ اغوا کیے جانے والے لڑکوں کے نام ان کے والدین سمیت لکھے گئے تھے... پھر انسپکٹر جمشید کے گھر کے افراد کی اغوا کی تفصیلات بھی درج تھیں... گویا تمام تفصیلات میڈیا تک پہنچ چکی تھیں... عدنان بابر کا بیان بھی تھا... وہ بوکھلایا ہوا نظر آیا... پہلے تو انکار کرتا رہا کہ اس کا بیٹا اغوا نہیں ہوا لیکن جب یہ دیکھا کہ میڈیا کے نمائندوں کے پاس دوسرے لڑکوں کے بارے میں بھی تفصیلات موجود ہیں تو مان گیا... اسے یہ بھی یقین نہیں آیا کہ یہ ساری باتیں ناٹی شاٹی کے ذریعے اخبارات تک پہنچی ہیں... دوسرے لڑکوں کے والدین بھی کہتے نظر آئے کہ ہمیں تو ناٹی شاٹی نے کسی کو بھی اطلاع دینے سے منع کیا تھا... اب اگر ان کے بچوں کو کچھ ہوا تو اس کے ذمے دار میڈیا والے ہوں گے۔

وہ اپنے گھر میں اکیلے بیٹھے یہ سب پڑھ رہے تھے اور ٹی وی پر

دیکھ رہے تھے...

کہ ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی... انداز اکرام کا تھا... انہوں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو وہاں اکرام ہی نہیں... خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی موجود تھے... وہ انہیں اندر لے آئے۔

"ہم نے سب حالات پڑھ لیے ہیں جمشید... ہم تمہارے ساتھ ہیں... جو تم کہو... کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"ابھی تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"لیکن جمشید... کچھ تو کرنا ہوگا۔"

"کیوں نہ کامران مرزا اور منور علی خان کو ادھر بلالیں کیونکہ..."

"کیونکہ کیا سر۔" اکرام نے کہا۔

"کیونکہ یہ معاملہ صرف لڑکوں کے اغوا کا نہیں ہے... اس سارے کھیل کا مقصد کچھ اور ہے... ہم سب کو تمام معاملات سے الگ کروا کے وہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں... اور وہ مقصد کیا ہے... ہم نہیں جانتے۔"

"ہوں! اس کے باوجود ہمیں کچھ کرنا ہوگا... ٹھیک ہے جمشید... کرو تم فون... انسپکٹر کامران مرزا کو۔"

عین اس لمحے موبائل کی گھنٹی بجی... وہ یہ دیکھ کر مسکرا پڑے کہ فون انسپکٹر کامران مرزا کا تھا... پھر جونہی انہوں نے بٹن دبایا... دوسری طرف سے ان کی آواز آئی۔

'' فکر نہ کریں انسپکٹر جمشید ... ہم آ رہے ہیں ۔''

''شکریہ ... لیکن منور علی خان کو ضرور ساتھ لائیں ۔''

'' اوہ اچھا ... میں ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں ... شوکی برادرز کو بھی فون کیا یا نہیں ۔''

'' ابھی تو آپ کو فون کرنے ہی والا تھا ۔''

'' ہم تو روانہ ہو رہے ہیں ... لیکن اس سے پہلے منور علی خان سے رابطہ کرتے ہیں ... آپ شوکی برادرز کو فون کر لیں ... میرے خیال میں یہ کوئی بڑی سازش ہے ... سب سے زیادہ حیرت اس بات کی ہے کہ وہ اس قدر تیز کیسے دوڑ لیتے ہیں ۔''

''کیا خبر... وہ انسان نہ ہوں ... روبوٹ ہوں ۔''

'' روبوٹ اس قدر تیز نہیں دوڑ سکتے ... ویسے بھی اب سائنس روبوٹ سے آگے نکل آئی ہے ... یہ جینیاتی سائنس کا کرشمہ بھی ہو سکتا ہے جہاں انسان کی کسی ایک خصوصیت کو جینیاتی انجینئرنگ سے کئی گنا بڑھایا جا سکتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صلاحیت ان میں پیدائشی ہو ۔''

'' ہوں ... خیر دیکھا جائے گا... پہلے ہم ایک جگہ جمع تو ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔''

اور پھر دوسرے دن سب انسپکٹر جمشید کے گھر پر جمع ہو گئے ... البتہ منور علی خان ابھی تک نہیں پہنچ سکے تھے ... ان کا پیغام انہیں ضرور مل گیا تھا... اور انہوں نے بتایا تھا کہ وہ ایک دو دن بعد پہنچ سکیں گے

... وہ کافی دور پہنچے ہوئے تھے ... گویا اب انہیں ان کا انتظار تھا ... دوسرا یہ کہ انہوں نے محسوس کر لیا تھا ... آفتاب آصف اور فرحت اور شوکی برادرز بہت چپ چپ ہیں... ظاہر ہے ... اس کی وجہ یہی تھی کہ اس وقت ان کے ساتھ محمود فاروق اور فرزانہ نہیں تھے ...

'' نہ جانے وہ کہاں ہوں گے ۔'' آفتاب دکھ بھرے انداز میں بولا۔

'' ارے میں تو بھول ہی گیا ۔'' ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

'' جی ... آپ کیا بھول گئے ۔'' آفتاب چونکا۔

''ایک منٹ ۔'' انہوں نے کہا اور گھر کے فون سے محکمے کے کا نمبر ڈائل کیا ... سلسلہ ملتے ہی بولے!'' عدنان بابر کا نمبر چاہیئے ... ہاں وہی جن کا بیٹا اغوا ہوا ہے۔''

''ہولڈ آن کیجئے سر...'' ایک منٹ بعد پھر آواز آئی۔'' نمبر نوٹ کیجئے جناب۔''

'' جی آپ بتائیں ... میں ذہن نشین کر لوں گا۔''

'' اوکے سر...''

فون بند کر کے انہوں نے موبائل فون سے عدنان بابر کا نمبر ملایا ...دوسری طرف سے فوراً ہی فون ریسیو کیا گیا ...

'' ہیلو...''

'' انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں ۔''

'' ارے آپ ... جی جناب ... میں نے آپ کی معطلی کے بارے

میں سنا ... یقین مانیے ... بہت افسوس ہوا۔" انہوں نے جواب دیا۔

"افسوس کا شکریہ ... آپ کے اور دوسرے بچوں کا کیا بنا۔"

"پانچ کروڑ فی کس دینے پڑے ... بچے واپس آگئے ہیں۔"

"تاوان کی ادائیگی کس طرح کی گئی؟"

"نوٹوں کو پلاسٹک کے ہوا بند بیگ میں رکھ کر نورا ندی کے پل سے نیچے پھینک دینے کے لیے کہا گیا تھا ... ہم نے ایسا ہی کیا ... ایک گھنٹے کے بعد موبائل فون پر پیغام موصول ہوگیا کہ تمام لڑکے بنگلہ 1ج موڑ پر کھڑے ہیں۔"

"اوہ! لیکن اس ندی میں پانی کا بہاؤ تو بہت تیز ہے ... بیگ ان کے ہاتھ کیسے لگا ہوگا۔"

"ہمیں اس کی پروا نہیں ہے جناب ... بچے واپس آگئے ... یہی بہت ہے۔"

"خیر ... ہم پتا لیں گے ... شکریہ۔" یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا اور ان کی طرف پلٹے: "بس یہی بھول گیا تھا کہ ان لڑکوں کے بارے میں تو معلوم کیا ہی نہیں ..."

"فون پر آپ کسی ندی کا ذکر کر رہے تھے ..."

"ہاں ... اس بار رقم عجیب طریقے سے منگوائی گئی تھی ... رقم سے بھرا ہوا بیگ نورا ندی کے پل سے نیچے پانی میں اچھال پھینکنے کے لیے کہا گیا تھا ... حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ندی کا بہاؤ اس قدر تیز ہے

کہ بیگ سیکنڈوں میں کہیں کا کہیں جا پہنچا ہوگا۔"

"تو پھر تفتیش کا آغاز کیوں نہ اسی پل سے کیا جائے ..."

"فی الحال یہ مناسب نہ ہوگا ... ویسے بھی اس کام کے لیے ہمیں منور علی خان کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"تو پھر کیا کیا جائے ..." خان رحمان بولے۔

"صبر ..." آصف نے فوراً کہا۔

"صرف صبر کرنے سے اگر یہ مسئلہ حل ہوتا تو پھر تو یہ بہت آسان کام تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میرا مطلب ہے انکل ہمیں صبر شکر کرنا چاہیے کہ اغوا شدہ لڑکے تو واپس آگئے ... اب مجرم کا اور ہمارا معاملہ رہ گیا۔" آصف نے جلدی سے کہا۔

"ہمیں ان کا سراغ لگانا ہے ... وہ جگہ شاید شہر میں ہی ہے جس میں لڑکے رکھے گئے تھے اور اس کا مطلب ہے کہ نائٹ شائی بھی وہاں مل سکتے ہیں۔" مکھن نے کہا۔

"میرے خیال میں یہ ضروری نہیں بلکہ زیادہ امکان اس بات کا ہے وہ اب وہاں نہیں ملیں گے۔" پروفیسر داؤد نے مایوسی میں سر ہلایا۔

"اس کے باوجود پروفیسر صاحب ... ہمیں اس عمارت کا سراغ لگانا ہوگا ... تب ہی ہم اس کیس میں آگے بڑھ سکیں گے۔"

"آپ کی بات بالکل درست ہے ... اس عمارت کا سراغ لگانا

ہوگا ...ہمیں اس کے بارے میں صرف یہ بات معلوم ہے کہ جس کمرے میں لڑکوں کو رکھا گیا تھا ... اس کی دیواروں پر گلابی رنگ کا پینٹ تھا اور دروازے نیلے رنگ کے تھے ... کمرے کی دیوار میں چار الماریاں تھیں اور کمرے کی چھت سے ایک سنہری رنگ کا بہت بڑا اور وزنی فانوس لٹک رہا تھا ... اور احمد حسن کو اس فانوس کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا ... بس ہمیں اس عمارت کے ایک ہال کمرے کے بارے میں یہ باتیں معلوم ہیں ... لیکن ...'' آصف کہتے کہتے رک گیا۔

'' لیکن یہی نا ... کہ ہم سارے شہر کی عمارتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔'' آفتاب مسکرایا۔

'' سارے شہر کی عمارتوں کو دیکھتے پھرنے کی ضرورت بھی نہیں ... ناٹی شاٹی کا رخ جس سمت میں تھا ... بلکہ جس طرف وہ گئے تھے ... ہم ان اطراف میں اپنا کام کریں گے بلکہ اس سے بھی پہلے ہم ایک اور کام کریں گے ... ''۔

'' اور وہ کیا شوکی۔'' انسپکٹر جمشید چونکے۔

'' ہم شہر کے اچھے پینٹ کرنے والے اداروں سے معلومات حاصل کرسکتے ہیں ... وہ بھی صرف اس علاقے میں کام کرنے والوں سے۔''

''بہت خوب ... ''خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

'' لیکن جتنا وقت اس کام میں درکار ہوگا اتنا وقت ہمارے پاس نہیں ہے ... اور پھر اس کا امکان ہے کہ اب وہ اس مکان کو چھوڑ چکے

ہوں ... محمود، فاروق، فرزانہ کو انہوں نے کسی اور جگہ منتقل کر دیا ہو۔'' آفتاب بولا۔

'' لیکن ہمیں کہیں نہ کہیں سے آغاز تو کرنا ہی ہوگا۔''

'' تو پھر کیوں نہ نورا ندی کے پل سے ہی کیا جائے۔''

'' یار مکھن ... کیا تم نے سنا نہیں تھا کہ انکل نے کیا کہا تھا ... کہ انکل منور علی خان کے بغیر یہ کام مشکل ثابت ہوگا۔''

'' ایک منٹ ...'' انسپکٹر جمشید چونک کر بولے۔

'' کک ... کیا ہوا انکل۔'' آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

'' بھئی دیکھو نا ... ہم نے یہ تو پتا کرلیا کہ عدنان بابر نے رقم اغوا کرنے والوں تک کیسے پہنچائی ... لیکن رانا فرزند سے یہ نہیں پوچھا کہ انہوں نے رقم کی ادائیگی کیسے کی تھی۔''

'' یہی طریقہ اپنایا گیا ہوگا ... ندی والا ...'' اشفاق منمنایا۔

'' عین ممکن ہے ... لیکن ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ... رانا فرزند سے ہی کیوں نہ پوچھ لیں۔'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے موبائل سے ان کا نمبر ڈائل کر دیا۔

'' السلام علیکم رانا صاحب ... آپ نے رقم کیسے ادا کی تھی ... میرا مطلب ہے کہ تاوان کی رقم ...''

'' ناٹی شاٹی نے ایک اکاؤنٹ نمبر دیا تھا ... اس میں آن لائن منتقل کروائی تھی''

'' اوہ اوہ ... اکاؤنٹ کی تفصیل لکھوائیں۔''

'' وہ تو میں لکھوا دیتا ہوں ... لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ناٹی شاٹی اتنے بیوقوف ہیں کہ اس اکاؤنٹ کے ذریعے خود کو گرفت میں آنے دیں گے ... اتنا تو وہ جانتے ہی ہوں گے کہ محکمہ سراغ رسانی والے سب سے پہلے اسی اکاؤنٹ کی چھان بین کریں گے۔''

'' یہ آپ ہم پر چھوڑ دیں ... آپ تو بس اکاؤنٹ نمبر لکھوائیں۔''

'' لکھیے جناب ...'' یہ کہہ کر اس نے نمبر دہرانا شروع کر دیا ... لہجہ مذاق اڑانے والا تھا۔ انسپکٹر جمشید اس کے لہجے میں چھپے طنز کو سمجھ گئے تھے ...

نمبر نوٹ کر کے انہوں نے فون بند کر دیا۔ پھر وہ ان کی طرف پلٹے: ''تب پھر پینٹ وینٹ کو بعد میں دیکھیں گے ... پہلے تو ہمیں اس شخص کو پکڑنا ہے جس کے اکاؤنٹ میں یہ ساری رقمیں جمع ہوتی ہیں۔''

''بالکل ٹھیک۔''

''آپ سب یہیں ٹھہریں ... کیونکہ بنک میں سب کے جانے کی ضرورت ہے ہی نہیں ... بلکہ میں بھی نہیں جاتا ... یہ بات تو ہم یہیں بیٹھے معلوم کر سکتے ہیں۔''

اب انہوں نے آئی جی صاحب کے ایک اڈے، نمبر پر فون کیا، جس سے صرف وہی واقف تھے:

'' ہاں جمشید! کیا رپورٹ ہے۔'' آئی جی صاحب کی آواز آئی۔

'' ہم نے اپنا کام شروع کر دیا ہے سر ... جن لوگوں نے ایک پانچ کروڑ روپے جمع کروائے ہیں ... اس کے لیے ناٹی شاٹی نے آن لائن رقم جمع کروانے کے لئے ایک ہی اکاؤنٹ نمبر دیا تھا ... آپ یہ معلوم کروا دیں کہ وہ نمبر کس کا ہے۔''

'' اچھی بات ہے ... ابھی چند منٹ بعد فون کرتا ہوں۔''

'' شکریہ سر۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

جلد ہی ان کا فون آگیا ... وہ کہہ رہے تھے ...

''جمشید ... جس نمبر پر یہ تمام رقوم جمع کرائی گئی ہیں ... وہ ایک بہت بڑا فلاحی ادارہ ہے ... اس نے کئی ہسپتال بنوائے ہیں، مدرسے بنوائے ہیں... پورے ملک میں کہیں کوئی علاقہ آفت زدہ قرار دے دیا جاتا ہے تو یہ فلاحی ادارہ وہاں خوب خرچ کرتا ہے اور اس معاملے میں خوب شہرت رکھتا ہے ... لوگ دل کھول کر اس ادارے کو چندے دیتے ہیں ... ان کے اکاؤنٹ میں دھڑا دھڑ رقمیں جمع کرائی جاتی ہیں۔''

'' اوہ... اوہ۔'' پریشانی کے عالم میں ان کے منہ سے نکلا۔

''کیوں جمشید کیا ہوا۔'' آئی جی صاحب ہنسے۔

'' یہ تو پھر کچھ بھی نہ ہوا سر۔''

'' کیوں جمشید۔''

''وہ تو صاف کہہ دے گا ... ہمارے اکاؤنٹ میں تو رقمیں جمع ہوتی ہی رہتی ہیں ... کیا پتا کس نے جمع کرائی ہیں ... مطلب کہ اس طرح

تو ہم کچھ بھی معلوم نہیں کر سکتے۔''

''پھر بھی تم اس ادارے کے ڈائریکٹر سے مل لو ... خان رحمان کو ساتھ لے جاؤ ... وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا ادارہ کوئی بڑی رقم جمع کروانے آیا ہے ... لیکن اس سے پہلے ہم اپنا اطمینان چاہتے ہیں ... اور جمشید ... لگتا ہے یہ کوئی بڑا معاملہ ہے ، اس لیے اگر تم میک اپ میں جاؤ تو بہت ہی اچھا ہے۔''

'' بہت بہتر سر ... ڈائریکٹر کا نام تو آپ کو معلوم ہوگا۔''

'' ہاں جمشید ... اس کا نام جی حکمت شاہ زابکی ہے۔''

'' حاجی حکمت شاہ زابکی... کیا زابکستان کے ہیں یہ لوگ۔''

'' یہ پورا ادارہ ہی غیر ملکی ہے جمشید ... اس لیے بہت احتیاط کی ضرورت ہے ... کئی بڑے ملک اس ادارے کی مدد کرنے والوں میں شامل ہیں اور ان کی تمام تر ہمدردیاں اس ادارے کے ساتھ ہیں ... مطلب یہ کہ اگر ہم اس ادارے کے خلاف کوئی ہلکا سا قدم بھی اٹھائیں گے تو ان سب کے کان کھڑے ہو جائیں گے اور صدر صاحب کو فون آنے شروع ہو جائیں گے۔''

''اوہ... اوہ۔'' مارے پریشانی کے ان کے منہ سے نکلا...

آخر انہوں نے کہا: '' ٹھیک ہے ہم محتاط رہیں گے اور میک اپ میں جائیں گے ... میں، کامران مرزا اور خان رحمان چلے جاتے ہیں۔''

''یہ ٹھیک رہے گا۔''

فون بند کرتے ہی انہوں نے میک اپ شروع کر دیا اور اس کام سے فارغ ہوتے ہی تینوں اٹھ کھڑے ہوئے ... دروازے پر ان کے ایک دوست کی کار آ چکی تھی ... ظاہر ہے وہ اپنی گاڑی پر تو نہیں جا سکتے تھے ... کار کے ڈرائیور کو ادارے کے ہیڈ آفس کا پتا معلوم تھا ... ادارے کا نام تھا زابکستان ٹرسٹ ... جلد ہی وہ اس کی شاندار عمارت کے سامنے پہنچ گئے ... یہ عمارت ایک بہت بڑے کمپاؤنڈ میں واقع تھی جو شہر سے باہر ایک نئی آبادی میں تعمیر کیا گیا تھا ... اس علاقے کا نام تھا تعمیر آباد۔ انہوں نے دیکھا ... وہ ایک طویل و عریض عمارت تھی ... اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے معلوماتی کاؤنٹر کا رخ کیا ... اندر موجود شخص سے انسپکٹر جمشید نے بدلی ہوئی آواز میں پوچھا ...

'' ہمیں حکمت شاہ صاحب سے ملنا ہے ...ایک بڑی رقم جمع کرانے کے سلسلے میں... اس نے جیسے سنا ہی نہیں ... یہ بات اس کے لیے دلچسپی والی بات قطعاً نہیں تھی۔'' شان بے نیازی سے اس نے کہا۔

''وہ بہت مصروف ہیں ... آپ مجھے حکم کریں ... یا میں جی ایم صاحب سے ملوا دیتا ہوں آپ کو۔''

'' چلیے جی ایم صاحب سے ملوا دیں۔''

اس نے فون پر ایک ہندسہ دبایا ،اور گویا ہوا۔

'' سر! تین معزز افراد آئے ہیں ... ایک بڑی رقم جمع کرانا چاہتے ہیں ... لیکن وہ شاہ صاحب سے ملنا چاہتے ہیں ... میں نے انہیں بتایا

ہے کہ شاہ صاحب بہت مصروف ہیں ... لہٰذا جی ایم صاحب سے مل لیں ... چنانچہ یہ حضرات آپ سے ملنے کے لیے تیار ہیں ... اب میرے لیے کیا حکم ہے۔''

''ٹھیک ہے ... ان حضرات کو میرے پاس بھیج دیں۔''

ریسیور رکھ کر اس نے انہیں راستہ بتایا ... چند لمحوں کے بعد وہ جنرل منیجر کے دفتر میں داخل ہوئے ... انہوں نے دیکھا ... وہ ایک لمبے قد کا چوڑا چکلا آدمی اور اس کی آنکھیں بادامی تھیں۔

''آیئے سر ...'' اس نے صاف اردو میں کہا۔

''آپ ہیں منیجر اس ادارے کے۔''

''جی ہاں ! آپ تشریف رکھیے۔''

وہ اس کے سامنے والی کرسیوں پر بیٹھ گئے ...

''آپ کا نام جناب۔''

''جی مجھے زلفی زر کہتے ہیں۔''

''لیکن مجھے تو آپ کا نام کچھ اور یاد آرہا ہے۔'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا ...

''کیا مطلب !!!''

وہ زور سے اچھلا ...

☆☆☆☆☆

اور کیا

انسپکٹر کامران مرزا اور خان رحمان کے چہروں پر بھی حیرت دوڑ گئی ... دوسری طرف منیجر بت بن کر رہ گیا ... پھر زہریلے لہجے میں بولا:

''اور آپ کے علم کے مطابق میرا کیا نام ہے۔'' اس نے یہ الفاظ کہہ کر ہونٹ بہت مضبوطی سے بھینچ لیے ... یوں لگا جیسے اسے ایسا کرنے کے لیے بہت زور لگانا پڑا ہو۔

''آپ کا نام ... اگر میں غلط نہیں ہوں تو فاخر بھاکڑا ہے ... گذشتہ گیارہ سال سے مفرور ہیں اور پولیس کو آپ کی تلاش ہے۔''

ان کی بات کے جواب میں زلفی زر نے زور دار قہقہہ لگایا... پھر بولا: ''لگتا ہے ... آپ کی طبیعت میں شوخی بہت ہے ... ایک غیر ملکی کو مقامی آدمی بنا رہے ہیں۔''

''یہ میرا دعویٰ ہے ... اور مسٹر بھاکڑا ، اب آپ فرار ہونے کی کوشش نہیں کریں گے ... میرے ہاتھ میں پستول ہے اور میرے یہ دونوں ساتھی آپ کو بتا سکتے ہیں کہ میرا نشانہ بہت پختہ ہے ... اگر آپ

ہم سے معاملہ طے کرنا چاہتے ہیں تو بات کر لیں ورنہ ہم پولیس کو فون کر کے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیتے ہیں۔''

''پولیس کو تو اب میں بلواؤں گا ... آپ کو اس طرح پستول تاننے کا جواب دینا پڑے گا۔''

''جواب میں دے لوں گا ... بلاؤ پولیس کو ...''

''لگتا ہے تم لوگ رقم دینے نہیں، چھیننے آئے ہو ... ورنہ یہاں پستول لے کر کیوں آتے۔''

''پولیس کو بلاؤ اور اپنے مالک کو بھی ...''

''اوہ ... تو کسی وزیر یا اعلیٰ افسر تک پہنچ ہے آپ کی ... دیکھئے جناب اگر آپ ہمیں دھمکا کر یا کسی مقدمے میں پھانسنے کا ڈراوا دے کر رقم اینٹھنا چاہتے ہیں تو آپ کو مایوسی ہوگی ... میں آپ کو آخری موقع دیتا ہوں یہاں سے نکل جانے کا ... ورنہ کہیں الٹا آپ کو لینے کے دینے نہ پڑ جائیں ... ایسے ڈرامے ہم آئے دن دیکھتے ہیں ... اور ان سے نمٹنا بھی خوب جانتے ہیں۔'' وہ پرسکون لہجے میں کہتا چلا گیا۔

''میں چاہوں تو تمہیں اسی وقت لے جاؤں ... لیکن اس طرح مزہ نہیں آئے گا ... پولیس کو تو بلانا ہی ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''پولیس ... ہاہاہا ... اور الزام کیا لگائیں گے۔'' زلفی زرا ہنسا۔

''یہ کہ قانون کو دھوکا دے رہے ہو ... مفرور مجرم ہو اور غیر ملکی شہریت اور نئی شناخت اختیار کر کے اس ادارے میں ملازمت کر رہے

ہو ... یہ تو سنگین جرم ہوگیا۔''

''آپ تو اس انداز سے بات کر رہے ہیں جیسے پولیس آپ کی جیب میں پڑی رہتی ہے۔''

''ایک عام شہری کی ذمے داری بھی پولیس سے کم نہیں ہوتی۔''

''ہاں ... یورپ میں ایسا ہوتا ہوگا ... یہاں نہیں ... یہاں تو عام آدمی پولیس سے دور رہتا ہے ... ٹھیک ہے ... آپ کیا چاہتے ہیں۔''

''گرفتاری ... اب اس ادارے سے بھی جواب طلب کیا جائے گا کیونکہ جن لوگوں کو اغوا کیا گیا تھا ... ان کے والدین کو رقوم جمع کرانے کے لیے اس ادارے کا نمبر دیا گیا ہے ... آپ مسٹر حکمت شاہ زابکی کو فون کریں ... اگر وہ کوئی وضاحت پیش نہ کر سکے تو اس ادارے کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی ...۔''

''اوہ ... تو آپ کا تعلق کسی سرکاری تفتیشی ادارے سے ہے ... تو جائیے ... اور اپنی سی کر دیکھئے ...'' زلفی زر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

لیکن انسپکٹر جمشید اس دوران میں اپنے فون کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے آئی جی صاحب کا نمبر ملایا ... حالانکہ اور ان سے بات کرنے لگے ... زلفی زر یا فاخر بھاکڑا ان کی طرف اس طرح مسکرا کر دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو ... کر لو جو کرنا ہے۔

پھر وہ اچانک اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا:

''آپ خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کرنے پر تلے ہوئے ہیں ... میں

اس جھگڑے میں کیوں پڑوں ... میں زابکی صاحب کو لے آتا ہوں ۔''

'' نہیں تم نہیں جا سکتے ... اگر اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش کی تو گولی مار دی جائے گی ... پھر نہ کہنا ، خبر نہیں ہوئی ... یہیں سے فون کرو اور اپنے مالک کو بلاؤ ۔'' انسپکٹر جمشید کا لہجہ انتہائی سرد ہو گیا ۔

'' لیکن بھئی جب تم انہیں گولی مار دو گے تو یہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں کہاں رہ جائیں گے ... اور فون کرنے کے لیے تو انہیں اپنی جگہ سے حرکت تو کرنی ہی پڑے گی ۔'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

'' یار چپ رہو ... '' انہوں نے منہ بنایا ۔

'' اچھی بات ہے ... میرا کیا ہے ... چپ ہو جاتا ہوں ۔''

'' بھاکڑا ... تم نے فون نہیں کیا ۔''

'' کر رہا ہوں ۔'' اس نے مری مری آواز میں کہا اور پھر موبائل پر نمبر ملا کر بات کرنے لگا ... پھر موبائل بند کر کے اس نے کہا۔

'' مسٹر زابکی آرہے ہیں ۔''

'' اچھا ہی کر رہے ہیں ، اگر آرہے ہیں ۔'' وہ مسکرائے ۔

جلد ہی ایک بہت لمبا چوڑا اور موٹا تازہ آدمی اندر داخل ہوا

'' لیجیے ... آگئے مسٹر زابکی ...'' زلفی زر کے منہ سے نکلا۔

'' ہاں زلفی ... کیا بات ہے ۔'' زابکی نے آتے ہی بہت کھردرے لہجے میں کہا۔

'' زلفی نہیں ... فاخر بھاکڑا ۔'' انسپکٹر جمشید بول اٹھے ۔

'' کیا مطلب ۔'' زابکی نے حیران ہو کر چلانے کے انداز میں کہا۔

'' مطلب تو خیر آپ سمجھ گئے ہیں ... انجان بن جائیں تو اور بات ہے ... آپ کے اس ادارے کا جنرل منیجر دراصل زلفی زر نہیں فاخر بھاکڑا ہے ... یہ یہاں کا سزا یافتہ اور مفرور ہے ... اور پولیس کو مطلوب ہیں ... اب آپ بتائیں، آپ کا مسٹر بھاکڑا سے کیا تعلق ہے۔''

'' جو بات آپ کہہ رہے ہیں ... اگر درست ہے تو میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے میرے ادارے کو بدنامی سے بچا لیا ... لیکن جہاں تک مجھے علم ہے ، اور ان کی شہریت کے کاغذات بھی یہی بتاتے ہیں کہ یہ زابستان کے شہری ہیں اور یہ وہیں سے آئے ہیں ... لیکن آپ کو اختیار ہے اس معاملے کو جانچنے کا ... آپ کو پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ آپ کے ملکی قانون کے مجرم ہیں ... اور ہمارے سفارت خانے کو بھی اعتماد میں لینا ہوگا ... ۔''

'' ہم یہ کام کریں گے ... لیکن مسئلہ آپ کا بھی ہے ۔''

'' میرا ... کیا مطلب ؟''

'' آپ کے ادارے کے نمبر پر ایک چند دن کے اندر اندر تقریباً اسی کروڑ روپے جمع کروائے گئے ہیں ... شہر کے تقریباً پندرہ سولہ لڑکے اغوا کیے گئے تھے ... ان سب سے پانچ پانچ کروڑ آپ کے ادارے کے بنک اکاؤنٹ میں آن لائن وصول کیے گئے ۔''

'' لیکن یہ ہمارے خلاف کسی کی سازش بھی تو ہو سکتی ہے ۔''

''کس کی سازش ...؟''

''کسی اور فلاحی ادارے کی...''

''کیا !!!... فلاحی ادارے کو بھلا سازش کر کے کیا فائدہ ...''

''خیر جو کچھ بھی ہو ... بہرحال اس بنیاد پر تو مجھ پر کیس نہیں بنتا ... کیونکہ میرا ادارہ فلاحی ادارہ ہے ... اخبارات میں اس ادارے کے یہ نمبر عام دیے جاتے ہیں اور لوگ زکوۃ ، صدقات ، خیرات کی رقمیں جمع کراتے ہیں ۔''

''لیکن سولہ لڑکوں کو اغوا کرنے والوں نے اسی کروڑ ان سے وصول کر کے آخر آپ کے ادارے میں کیوں جمع کروائے ہیں ۔''

''مجھے نہیں معلوم۔''

''ٹھیک ہے مسٹر زا بکی ... ہم اسی وقت زلفی زر کو میک اپ ماہرین سے چیک کروائیں گے اور اگر یہ بھاکڑہ نکلے تو ہم ان کو بھاکڑا ہونے کے الزام میں گرفتار کر لیں گے ... اس کے بعد آپ کے ادارے کے حوالے سے تحقیقات شروع کی جائے گی ... ہم ان لوگوں کو گرفتار کریں گے جنھوں نے لڑکوں کو اغوا کیا اور رقمیں آپ کے اکاؤنٹ میں جمع کرائیں ... ہم ان سے پوچھیں گے کہ انہیں آپ کے ادارے سے کیا ہمدردی ہے ... اور اس کے بعد آپ کی باری آئے گی ۔''

''مجھے یقین ہے کہ میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں۔'' حکمت شاہ زا بکی سنجیدگی سے بولا۔

''اچھی بات ہے ۔''

اور پھر چند ہی منٹوں میں اکرام اور اس کے ماتحت وہاں پہنچ گئے ... اکرام کو آئی جی صاحب نے یہاں بھیجا تھا ... ان کے ساتھ میک اپ اتارنے کے ماہر تھے ...

انہوں نے وہیں سب کے سامنے زلفی زر کا میک اپ اتارنے کی کوشش کی لیکن بے سود ...

''اگر یہ میک اپ ہے تو پلاسٹک سرجری کا کمال ہے۔'' میک اپ کے ماہر نے کہا۔

''ٹھیک ہے ... ہم اس کا پتا بھی لگا ہی لیں گے۔''

اس کے بعد انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی وہاں سے نکل آئے ...

''ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص ہی ان لڑکوں کو اغوا کرانے کا ذمے دار ہے لیکن یہ ثابت کرنا آسان کام نہیں اور یہ بات بھی کہ نائی شائی دراصل زا بکی کے لیے کام کر رہے ہیں ... مطلب یہ کہ نائی شائی کو گرفتار کرنا ہوگا ... تبھی ہم زا بکی کو مجرم ثابت کر سکیں گے ۔''

''لیکن جمشید ... ہم میک اپ میں کیوں آئے تھے ... کیا ہمارا پلان یہ نہیں تھا کہ ہم خود کو ظاہر کیے بغیر اپنا کام نکال لیں۔'' خان رحمان نے سوال کیا۔

''ارادہ تو یہی تھا ... لیکن بھاکڑا کے نظر آ جانے کے بعد پروگرام میں تبدیلی کرنا پڑی۔'' انسپکٹر جمشید کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

'' ویسا میرا خیال ہے کہ ہمیں بھاکڑا کو پہچان کر بھی خاموشی سے اس کی نگرانی کرنی چاہیئے تھی۔'' انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

'' شاید بیگم اور بچوں کے اغوا کی وجہ سے ذہن کام نہیں کر رہا... آپ کی بات درست ہے کامران مرزا... واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی۔''

'' لیکن ہم حکمت شاہ زابکی کی نگرانی بھی تو کر سکتے ہیں۔'' کامران مرزا بولے۔

'' یقیناً... لیکن اب وہ بھی محتاط ہوجائے گا۔''

''محتاط مجرم سے غلطی بھی جلد ہی ہو جاتی ہے۔'' انسپکٹر کامران مرزا سنجیدگی سے بولے۔

'' اللہ نے چاہا تو جمشید... ہم کامیاب ہو جائیں گے۔''

'' ان شاء اللہ!''

پھر انسپکٹر جمشید نے خفیہ فورس کے انچارج کا نمبر ملایا اور اسے فاخر بھاکڑا اور حکمت شاہ زابکی پر نظر رکھنے کی ہدایات دیں۔

باہر نکل کر انہوں نے کہا: ''یہاں دال نہیں گلی... لیکن ہم اس دال کو گلا کر چھوڑیں گے... اب ہم تفتیش کا رخ کمرے کے رنگ کی طرف موڑیں گے... ہاں تو کیا رنگ بتایا تھا دیواروں اور دروازوں کا۔''

''کمروں کے دروازے نیلے ہیں جب کہ دیواریں گلابی ہیں۔''

''بس ٹھیک ہے... خان رحمان کیا تم نے کبھی کسی کے گھر میں نیلے دروازے دیکھے ہیں۔''

'' نن... نہیں جمشید... شاید کبھی نہیں... لیکن اس شہر میں ایک ایک لاکھ سے زائد کوٹھیاں اور بڑے بنگلے ہیں... ہم کہاں کہاں تلاش کرتے پھریں گے...۔''

'' اور آپ نے...'' انسپکٹر جمشید کامران مرزا کی طرف مڑے۔

'' مجھے آپ کی طرف کی پسند ناپسند کا اندازہ نہیں ہے... لیکن اپنی طرف میں نے نہیں دیکھے... کبھی نہیں...'' انہوں نے یقینی لہجے میں کہا۔

'' دراصل گھروں میں رنگ و روغن کے بھی فیشن ہوتے ہیں... آج کل شوخ رنگوں کا فیشن نہیں ہے... دروازے پر بھی وہی رنگ کیا جاتا ہے جو دیواروں کا ہوتا ہے... ایسے میں اگر کوئی نیلے اور گلابی رنگ کروائے تو یہ کچھ عجیب سی بات ہوگی... لہٰذا نیلے دروازے اور گلابی دیواروں والے گھر کم ہی ملیں گے۔''

اب انہوں نے اخبارات میں پینٹ کرنے والوں کے اشتہارات دیکھے... ان کے نام پتے نوٹ کر لیے... جلد ہی وہ گھر میں بیٹھے ان اداروں کو فون کر رہے تھے... وہ ان سے کہہ رہے تھے...

''ہمیں اپنے مکان میں پینٹ کروانا ہے... آپ لوگ ملاقات کر لیں اور ہم آپ کو کوٹھی دکھا دیتے ہیں... اور فوری طور پر ملاقات کے لیے آسکتے ہیں تو آئیں ورنہ ہم کسی اور سے رابطہ کر سکتے ہیں۔''

'' لیکن جمشید... ضروری تو نہیں کہ صرف پینٹ کرنے والے بڑے اداروں سے ہی سب لوگ پینٹ کروائیں... یہاں تو ہر چوراہے پر

رنگ کرنے والے مل جاتے ہیں ... ممکن ہے انہی میں سے کسی کی خدمات لی گئی ہوں۔''

'' بڑے بنگلوں اور کوٹھیوں کے مالکان اب چوراہوں پر بیٹھنے والوں پر اعتماد نہیں کرتے ... اسی لیے وہ یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ کسی ادارے کی خدمات حاصل کی جائیں ... ایسے واقعات عام ہیں کہ پینٹ کرنے والوں کے بھیس میں ڈاکو گھروں میں داخل ہوگئے اور صفایا کر کے چلتے بنے ... کیا تم نے کبھی ایسے لوگوں سے گھر میں پینٹ کروایا ہے ...''
انسپکٹر جمشید یہ کہتے ہوئے مسکرائے۔

'' نن ... نہیں ... دس سال سے تو نہیں ... جب کہ میں ہر سال رنگ روغن کراتا ہوں ...'' خان رحمان چونک کر بولے۔

تھوڑی دیر بعد ہی پینٹ کرنے والے آگئے اور یہ تھے بھی اسی علاقے کے جس میں بچوں کو رکھا گیا تھا ... پہلے ان میں سے ایک سے بات کی گئی ...

'' ہاں تو جناب ! آپ کو کتنا تجربہ ہے اس کام کا ... آپ نے بھلا یہاں کون سی کوٹھی میں کون کون سا رنگ کیا ہے ... آپ ہمیں بتا دیں ، تاکہ ہم اپنے طور پر پہلے آپ کا کیا ہوا رنگ روغن دیکھ لیں ...

''جی ضرور ... کیوں نہیں ... ہم نے ابھی حال میں ہی دو تین کوٹھیاں پینٹ کی ہیں۔''

'' آپ ذرا تفصیل سے بتائیں ... کون کون سی کوٹھی میں کون کون

سا رنگ کیا گیا ہے۔''

'' جی اچھا ... میں بتاتا ہوں۔''

انسپکٹر جمشید نے قلم کاغذ سنبھال لیا ... اور اس کے بتائے ہوئے نام پتے نوٹ کرنے لگے ... یہاں تک کہ انہوں نے کئی کوٹھی کے نمبر لکھوائے ... لیکن ابھی تک ان میں وہ گلابی دیواروں والا مکان نظر نہیں آیا ... اسی طرح وہ مختلف اداروں سے معلومات لیتے رہے ... آخر ان میں سے ایک نے کہا۔''میں نے کچھ ہی مدت پہلے ایک کوٹھی میں گلابی پینٹ کیا ... اور دروازوں کا پینٹ نیلا کیا ہے۔''

ان کے دل دھک دھک کرا ٹھے ...

'' کیا آپ ہمیں وہاں لے جا سکتے ہیں۔''

''کیوں نہیں ... ضرور چلیے۔'' پینٹر بولا۔

... وہ اس کے ساتھ اسی وقت روانہ ہو گئے ... انہوں نے باقی سب کو بھی ساتھ لے لیا تھا ... اور وہ پوری طرح چوکس تھے ... اسلحہ بھی پوشیدہ طور پر ان کے پاس تھا ... کیونکہ اگر وہاں واقعی ناٹی شاٹی موجود تھے تو کچھ بھی صورتِ حال پیش آ سکتی تھی ... دھک دھک کرتے دلوں کے ساتھ آخر ان کا یہ سفر پورا ہوا اور وہ ایک کوٹھی کے سامنے گاڑی سے اتر پڑے ...

''یہ کوٹھی ہے جناب۔''اس نے اشارہ کیا۔

''ہم اسے اندر سے دیکھنا چاہتے ہیں۔''

''بھلا اس سلسلے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں ... آپ کوٹھی والوں سے بات کرلیں ... دکھانا نہ دکھانا تو ان کا معاملہ ہے۔''

''نہیں ! آپ کا بھی ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔

''کیا مطلب !''

''آپ ان سے یہ کہیں کہ ہم لوگ دراصل اپنی کوٹھی میں پینٹ کرانا چاہتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ کون سا رنگ اچھا لگتا ہے ... اس طرح وہ ہمیں اندر سے دکھائیں گے ... آپ ہماری اتنی مدد کریں گے اور اپنا وقت صرف کریں گے تو ہم اس کا آپ کو معقول معاوضہ دیں گے ... خالی پیلی آپ کو رخصت نہیں کریں گے ۔''

یہ سن کر اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی... اس نے فوراً کہا۔

''اچھا ... میں ان سے بات کرتا ہوں ... نو دس ماہ پہلے پینٹ کرایا تھا ان لوگوں نے ... اب معلوم نہیں مجھے پہچانتے ہیں یا نہیں ۔''

''ہوں ٹھیک ہے ... ویسے ایک بات اور بتا دیں ... یہ والا پینٹ یعنی یہ بالکل اسی جیسا اس علاقے میں کسی اور نے بھی کرایا ہے ۔''

''جی ہاں ! دو کوٹھیاں تو میں نے اور کی ہیں ... میرے علاوہ کسی اور سے بھی رنگ کرایا گیا ہو تو اس کا مجھے پتا نہیں ۔''

''خیر ہم کسی اور سے بھی رابطہ کریں گے ... آپ کوٹھی والوں سے بات کرلیں ۔''

اب اس نے دروازے کی گھنٹی بجائی ... جلد ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی

نے گیٹ کھولا ... رنگ والے نے آگے بڑھ کر کہا۔

''دیکھیے ... آپ کو شاید یاد ہو، نو دس ماہ پہلے آپ نے مجھ سے اس کوٹھی میں پینٹ کروایا تھا ... یہ حضرات اپنی کوٹھی میں مجھ سے پینٹ کرانا چاہتے ہیں ... لیکن اس سے پہلے دیکھتے پھر رہے ہیں کہ کون سا پینٹ اچھا لگتا ہے ... کیا آپ ان حضرات کو اجازت دیں گے کہ اندر جا کر دیکھ لیں ۔''

کوٹھی والے نے ایک نظر ان سب پر ڈالی ، پھر ان کی گاڑی دیکھ کر اس پر کافی اثر ہوا ... اس نے کہا۔

''آجائیے دیکھ لیجیے ... کوئی حرج نہیں۔'' اس نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔

وہ ان سب کو اندر لے آیا ... انہوں نے گھوم پھر کر کوٹھی کو دیکھا ... اور ایک ایک کمرے کو دیکھا ، لیکن وہاں کسی کمرے میں بھی فانوس نہیں تھا... احمد حسن تو ان کے ساتھ تھا نہیں ... ورنہ وہ اس سے پوچھ سکتے تھے کیونکہ فانوس تو اتارا بھی جا سکتا تھا...

''نہیں بھئی ... لگتا ہے... یہ وہ کوٹھی نہیں ہے آؤ چلیں ۔''

باہر نکلتے وقت انہوں نے کوٹھی کے مالک کا شکریہ ادا کیا ... معذرت بھی کی کہ انہوں نے اسے تکلیف دی تھی ۔ جواب میں اس نے مسکرا کر کہا: ''کوئی بات نہیں ... انسان ہی انسان کے کام آتا ہے ۔''

اس سے ہاتھ ملا کر باہر آئے تو پینٹ کرنے والے سے بولے:

'' یہ وہ کوٹھی نہیں ہے ... آپ کو آپ کے وقت کا معاوضہ دیا جائے گا ... بلکہ اچھا بھلا معاوضہ دیا جائے گا ... آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں ۔''

''دو کوٹھیاں اور ہیں ایسی ... ورنہ پھر اگر اور کوٹھیاں ہیں تو ان میں کسی اور نے پینٹ کیا ہوگا۔''

'' چلیے جن دو کوٹھیوں میں آپ نے کیا ہے ... وہ تو دکھا دیں۔''

'' لیکن کوٹھی کے مالکان سے آپ خود بات کریں گے۔''

''آپ فکر نہ کریں ... ہم یہ کام کرلیں گے ۔''

اسی طرح انہوں نے دوسری اور پھر تیسری کوٹھی بھی چیک کرلی... لیکن ان دونوں میں بھی فانوس نہیں تھا ... اس پر آصف نے کہا۔

''لیکن اب جب کہ مجرم ہوشیار ہو چکے ہیں ... وہ فانوس کیوں رہنے دیں گے ۔''

'' اس لحاظ سے بھی چیک کریں گے ... لیکن بعد میں ... ان تینوں کوٹھیوں اور مالکان کے نام اور فون نمبر میں نے نوٹ کر لیے ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ پینٹ کرنے والے کی طرف متوجہ ہوئے ۔

'' اب آپ ایک کام اور کر دیں ۔''

'' جی فرمایئے ۔''

'' اس علاقے میں اور کون کون پینٹ کرنے والے ادارے ہیں ۔''

'' تین ادارے اور ہیں ۔''

'' بس ٹھیک ہے ... آپ ہمیں ان سے بھی ملوا دیں ... ہم ان سے پوچھیں گے ... انہوں نے کہیں گلابی رنگ دیواروں پر اور نیلا دروازوں پر کیا ہے ؟''

'' یہ بھی کیے لیتے ہیں ،لیکن جناب ! آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کس چیز کی تلاش میں ہیں ۔''

'' ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے ... ہم کچھ مجرموں کی تلاش میں ہیں ... انہوں نے کچھ لوگوں کو اغوا کر رکھا ہے ۔''

'' اوہ ہاں! یہ خبریں تو اس وقت پورے شہر میں گونج رہی ہیں۔''

'' بس ہم انہی مجرموں کی تلاش میں ہیں ... دراصل جن لڑکوں کو انہوں نے اغوا کیا تھا ... ان سے بڑی رقمیں لے کر انہیں چھوڑا تھا ... ان میں سے ایک نے ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ انہیں جس کمرے میں رکھا گیا تھا ،اس کمرے کی دیواروں کا رنگ گلابی تھا ... یعنی گلابی پینٹ کیا گیا تھا جب کہ دروازوں پر نیلا پینٹ کیا گیا تھا ... اس لیے ہمیں ایسی کوٹھی کی تلاش ہے ۔''

'' ایسی کوٹھیاں تو پھر میں نے آپ کو دکھائی ہیں۔''

'' اس لڑکے نے ایک اور خاص بات بتائی تھی ... دراصل ہم اس خاص چیز کی تلاش میں ہیں۔''

'' اور وہ خاص چیز کیا ہے بھلا ۔''

'' جس کمرے میں انہیں رکھا گیا تھا ... وہ ہال کمرہ تھا ... یعنی

بہت بڑا کمرہ ... اور اس کی چھت سے ایک بہت وزنی فانوس لٹک رہا تھا ... گویا ہم کسی ایسی کوٹھی کی تلاش میں ہیں ... جس کی دیواریں گلابی ہوں اور دروازے نیلے ہوں اور اس میں ایک ہال کمرہ بھی ہو اور اس ہال کمرے میں ایک وزنی فانوس بھی لٹک رہا ہو ۔''

'' اب پوری بات سمجھ میں آئی ... آپ کو یہ بات مجھے پہلے بتانی چاہیے تھی ۔''

''کیا مطلب !'' انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

'' مطلب یہی فانوس والی بات ... کیونکہ رنگ کرنے والوں سے یہ بات پوچھی جا سکتی ہے کہ انہوں نے فانوس کس کوٹھی میں دیکھا ہے ۔''

'' اوہ ... اوہ۔'' شوکی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

'' اوہ کیا ؟'' سب یک دم اس کی طرف مڑے ...
کیونکہ اس کی آواز میں جوش محسوس ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

سر چاولہ

سب کی نظریں شوکی پر جم گئیں ... اس نے گھبرا کر کہا۔

'' م ... میں کوئی خاص بات نہیں بتانے جا رہا ... یونہی ایک بات ذہن میں آئی تھی ... میں نے سوچا ، بتا دوں ۔''

''چلو جو بات بھی ذہن میں آتی ہے ... بتا دو ... کیونکہ سراغرسانی میں بعض اوقات بالکل غیر اہم بات بھی اہم ثابت ہو سکتی ہے ۔''

''جی اچھا ! میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ فانوس کوئی عام چیز نہیں ہوتی ... بہت کم لوگ لگواتے ہیں ... تو کیوں نہ ہم یہ معلوم کریں کہ شہر میں فانوس کون بنایا کرتا ہے۔''

'' اوہ ... اوہ ... بہت خوب شوکی ۔'' انسپکٹر جمشید خوش ہو گئے ۔

''دھت تیرے کی ۔'' آفتاب نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

'' دیکھو ... خبر دار ! تم محمود نہیں ہو ... ہاں میں نے یاد دلایا۔''

'' اچھا کیا ... '' شوکی مسکرایا ۔

''بھئی ... اس نے ایک بہت کام کی بات کہی ہے ... اب سوال

یہ ہے کہ فانوس شہر میں بھلا کون لوگ بناتے ہیں۔''

'' فانوس میں زیادہ تر شیشے کا استعمال ہوتا ہے ... اس کا مطلب ہے شیشے کا کام کرنے والے بتا سکتے ہیں۔''

'' ایک منٹ ...'' فرحت بول اٹھی۔'' آج کل غیر ملکی فانوس زیادہ پسند کیے جاتے ہیں ... چائنا کے بنے فانوس عام ملتے ہیں ... اگر اس گھر میں ایسا ہی کوئی فانوس لگا ہوا تو پھر ہماری محنت بیکار جائے گی ....''

اب وہ لگے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے ... پھر شوکی بولا:

'' پھر تو ایک ہی ترکیب ہے کہ جو لڑکے اغوا ہوئے تھے، انہی سے پوچھا جائے ... ممکن ہے کہ وہ کوئی اور نشانی بتا سکیں۔''

'' بہت اچھے شوکی ... آج تو فرحت کے بھی کان کاٹ رہے ہو۔'' انسپکٹر جمشید نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔

'' ہائیں نہیں تو۔'' فرحت نے بوکھلا کر اپنے کانوں کو چھوا۔

'' لیکن احمد حسن کے دوبارہ اغوا کے بعد شاید ہی کوئی ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو۔'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

'' ایک شخص ہے جو ہماری مدد کر سکتا ہے ...'' آصف نے کہا۔

'' کون ... کون ہے وہ ...'' سب ایک ساتھ بولے۔

'' رانا فرزند جمالی ...''

'' شاید اس کا دماغ چل گیا ہے ... ان کا بیٹا پہلے ہی مجرموں کے قبضے میں ہے ... وہ تو ہم سے بات بھی نہیں کریں گے ...''

'' اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ اپنے بیٹے کو چھڑوانے کے لیے وہ ہماری مدد کریں گے۔''

'' نائی شائی کا خوف ان کو ایسا نہیں کرنے دے گا۔''

'' بالکل ٹھیک ... ان کے ذہن میں یہ ہوگا کہ نائی شائی تک یہ اطلاع پہنچ جائے گی ...''

'' اس کا طریقہ ہے میرے پاس ...'' انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

'' اور وہ کیا ؟''

'' وقت آنے پر بتاؤں گا۔''

'' اوہ ... اوہ ... !!!''

اسی وقت انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆

نیند رانا فرزند جمالی کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی ... کبھی وہ پلنگ پر دراز ہوجاتے اور کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتے ... جب سے احمد حسن دوبارہ اغوا ہوا تھا ان کا یہی حال تھا ... وہ ایک گھنٹے کے لیے بھی سو نہیں پائے تھے ... یہی حال ان کی بیگم کا بھی تھا ... ان کو تو غشی کے دورے پڑتے تھے ... اس لیے ان کو ہسپتال منتقل کر دیا گیا تھا .. وہ اس وقت اپنے بیڈ روم میں بالکل اکیلے تھے ... دھیان بٹانے کے لیے انہوں نے ریموٹ

کنٹرولر سے ٹی وی آن کیا ... لیکن پھر ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئے ... لائٹ چلی گئی تھی ... حیرت کی بات یہ تھی کہ یو پی ایس بھی آن نہیں ہوا تھا ... وہ تکیے پر رکھا موبائل فون اٹھانے کے لیے جھکے کہ فون کی ٹارچ جلا کر کوئی ایمرجنسی لائٹ وغیرہ تلاش کریں ... لیکن اسی وقت ان کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں ... کمرے میں ایک ٹارچ روشن ہوئی تھی جس کی روشنی ٹھیک ان کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی ...

'' کون ہو تم ... اور اندر کیسے آئے ...'' وہ گرجے۔

'' آپ کے کمرے تک آنا تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ... پہلے بھی آ چکے ہیں ...'' ٹارچ کے پیچھے سے آواز ابھری۔

'' کک ... کون ... ناٹی شاٹی ...'' وہ ہکلائے۔

'' اور کون ہو سکتا ہے ...'' آواز ابھری ... اس بار وہ پہچان گئے کہ آواز ناٹی یا شاٹی میں سے کسی ایک کی ہے۔

'' اب کیا چاہیئے تمہیں ... تمہیں اللہ کا واسطہ ... میرا بیٹا مجھے واپس کر دو ...'' رانا فرزند علی کی آواز بھیک مانگ رہی تھی۔

'' ہاہاہا ... تم انسپکٹر جمشید سے ملتے پھرو ... اور ہم تمہارے بیٹے کو چھوڑ دیں ...''

'' مم ... میں ... نہیں تو ... میری تو انسپکٹر جمشید سے اس دوران کوئی بات نہیں ہوئی۔''

'' تو کیا تم نے اس کو یہ نہیں بتایا کہ جس مکان میں تمہارے بیٹے

کو قید رکھا گیا تھا ... اس کی دیواریں اور دروازوں کا رنگ کیا تھا۔''

'' نن ... نہیں ... میں نے نہیں بتایا ...''

'' تمہارے لڑکے نے تم کو بتایا تو ہوگا ...''

'' ہاں ... بتایا تھا ... لیکن ...''

'' اور کیا کیا بتایا تھا ... اس نے۔'' شاٹی گرجا۔

'' بب ... بس یہی ... کہ اس کمرے میں پنکھے کے ذریعے گرم باہر پھینکنے کیلئے چھت کے ساتھ دیوار میں جو سوراخ تھا ... اس میں سے کوئی بڑا سا پل ... اور کسی کپڑے دھونے کے بلیچ کا اشتہاری بورڈ نظر آتا تھا ... اس کا کہنا تھا کہ اگر وہ بورڈ اس جگہ نہ ہوتا تو وہ کم از کم آسمان دیکھنے سے محروم نہ رہتے ... اس بورڈ نے پورا منظر ہی چھپا دیا تھا۔''

'' اوہ ! اور یہ تم نے انسپکٹر جمشید کو بتا دیا۔'' ناٹی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

'' مجھے اپنے بیٹے کی زندگی بے حد عزیز ہے ... میں نے انسپکٹر جمشید کو کچھ نہیں بتایا اور نہ ہی انہوں نے اس بارے میں مجھ سے کچھ پوچھا۔

'' اس کے علاوہ بھی کچھ بتایا تھا تمہارے لڑکے نے ...''

'' نن ... نہیں ... بس اور کچھ نہیں ...''

'' اچھا ادھر دیکھو ...'' ناٹی نے اپنی مٹھی اس کے چہرے کے سامنے لا کر کہا ۔ پھر جیسے ہی رانا فرزند علی نے ہتھیلی کی جانب دیکھا ... ناٹی نے پھونک مار دی ... سفید سا کوئی سفوف رانا فرزند علی کی آنکھوں اور ناک کے نتھنوں میں گھستا چلا گیا ...

اور وہ پلنگ پر بیٹھے بیٹھے ہی ایک طرف لڑھک گئے۔
دونوں چند لمحوں وہیں کھڑے رہے، پھر مڑے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

☆☆☆

'' اب ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اشتہاری بورڈ کس کمپنی یا برانڈ کے بلیچ کا رہا ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید نے جیپ میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

وہ انسپکٹر کامران مرزا کے ساتھ چند ہی منٹ پہلے نائٹی اور شائٹی کے میک اپ میں رانا فرزند علی کے گھر سے نکلے تھے اور کچھ دیر پیدل چل کر، تین چار گلیوں سے گزرتے ہوئے اپنی جیپ میں آ بیٹھے تھے۔

'' اشتہاری بورڈ ہر کسی کے بس کی بات نہیں، صرف بڑی فرمیں ہی یہ بوجھ اٹھا سکتی ہیں۔''

'' محمود، فاروق، فرزانہ کی غیر موجودگی میں اکرام اور خفیہ فورس سے مدد لینی ہوگی... کیونکہ آصف، آفتاب، فرحت اور شوکی برادرز اس شہر کے معاملات سے واقف نہیں ہیں۔'' انسپکٹر جمشید کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

'' مناسب تو یہی ہوگا...'' کامران مرزا نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے جیپ کے ڈیش بورڈ پر رکھا ہوا فون اٹھایا اور اکرام کو کال ملائی اور اسے ہدایات دیتے رہے... پھر انہوں نے خفیہ

فورس کے انچارج کو فون کیا اور اس سے چند سیکنڈ بات کر کے فون بند کر دیا۔

اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے:

'' ہمیں ساتھ ہی ساتھ پینٹ اور فانوس والے گھر کی تلاش بھی جاری رکھنا ہوگی۔''

'' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں کامران مرزا... اور کون کہہ سکتا ہے کہ اس دوران میں اس بورڈ پر اشتہار تبدیل ہو چکا ہو...''

'' اوہ... لیکن اس صورت میں بھی یہ تو پتا لگا ہی سکتے ہیں کہ ان تاریخوں کے آس پاس کسی پل پر بلیچ کا اشتہار لگا تو نہیں رہا۔''

'' بالکل ٹھیک... انسپکٹر کامران مرزا... آپ مزید پینٹ کرنے والوں سے ملاقات کر لیں... اور اگر انہوں نے کہیں گلابی اور نیلا پینٹ کیا ہے تو اس کوٹھی کو چیک کر لیں... ہم فانوس بنانے والوں کو تلاش میں نکلتے ہیں اور جیسے ہی بورڈ کے سلسلے میں اکرام اور خفیہ فورس کی جانب سے اطلاع ملتی ہے تو اس پر بھی کام شروع کر دیں گے۔''

'' بالکل ٹھیک... میں آفتاب، آصف اور فرحت کو ساتھ لے جاتا ہوں... آپ شوکی برادرز کو لے لیں۔''

'' ٹھیک ہے... فی الحال ہماری مہم خطرات سے دوچار نہیں... جونہی ہم نائٹی شائٹی کے قریب پہنچیں گے، اس وقت سب کا ایک جگہ ہونا ضروری ہوگا... اصل مسئلہ ان کی تیز رفتاری کا ہے... جو لوگ کار

کی رفتار سے دوڑ سکیں... ان کے لیے منصوبہ بندی کرنا ہو گی...ورنہ وہ ہاتھ نہیں آئیں گے ... لیکن یہ کام ہم بعد میں کریں گے ...پہلے تلاش کا مرحلہ تو طے ہو۔''

☆☆☆

دوسری صبح کے وقت وہ سب دو پارٹیوں میں تقسیم ہو گئے ...

انسپکٹر کامران مرزا نے پینٹ والے کو ساتھ لیا ...اس نے انہیں مزید تین اداروں سے ملوایا ... ان کا کام کوٹھیوں میں پینٹ کرنا ہی تھا ... ان سے سوالات کیے گئے ... انہیں بتایا گیا کہ وہ کیا چاہتے ہیں ...

ان میں سے ایک نے بتایا کہ اس نے تین کوٹھیوں میں گلابی اور نیلا پینٹ کروایا ہے ... انہوں نے ان تینوں کے نام اور پتے اس سے لے لیے ... اسے ساتھ لے جانے کی فی الحال ضرورت نہیں تھی ... دو اور پینٹ والے تھے ... لیکن انہوں نے کہیں گلابی اور نیلا پینٹ نہیں کیا تھا ... گویا اب انہیں تین کوٹھیوں کو اور چیک کرنا تھا ... انہوں نے ان تینوں کو بھی اندر سے اچھی طرح دیکھ لیا ، ان کی دیواروں پر گلابی رنگ تھا اور دروازے پر نیلا ...لیکن فانوس کہیں بھی نظر نہ آیا ... اس طرح وہ مایوس ہو کر واپس روانہ ہوئے... اس وقت آصف نے کہا۔

''لیکن انکل ! ہم آخر اس پہلو پر کیوں غور نہیں کر رہے ۔''

''کس پہلو پر ۔''انسپکٹر کامران مرزا اس کی طرف مڑے ۔

''یہ کہ مجرم ہوشیار ہو گئے تھے ، انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ فانوس وہاں سے غائب کر دیا ... لیکن ایک چیز وہ غائب نہیں کر سکتے تھے ... ہمیں اسکی طرف توجہ دینی چاہیے تھی ۔''

'' اور وہ کیا آصف ۔''انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے جب کہ آفتاب اور فرحت اسے گھورنے لگے ۔

'' وہ ہال کمرہ ...وہ اس بڑے کمرے کو چھوٹا نہیں کر سکتے نہ غائب کر سکتے ہیں ...لہٰذا جن کوٹھیوں میں گلابی اور نیلا پینٹ کروایا گیا ہے اور جن کو ہم نے چیک کیا ہے، ان کو دوبارہ چیک کرنا ہوگا ...اب ہم فانوس نہیں ، ہال کمرہ تلاش کریں گے ۔''

'' اوہ ۔'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ... چند لمحے تک انسپکٹر کامران مرزا کچھ سوچتے رہے ، پھر انہوں نے کہا۔

'' اب تک ہم نے یہ کام صرف رنگ پسند کرنے کے بہانے کیا ہے... اب جب ہم دوبارہ وہاں جائیں گے تو وہ لوگ برے برے منہ بنائیں گے... اس لیے اب ہم باقاعدہ قانون کے محافظوں کے ساتھ جائیں گے ۔''

'' یہ بہت مناسب رہے گا ۔''

'' بس تو پھر پہلے اکرام کو فون کرتا ہوں ۔''

انہوں نے اکرام کو ہدایات دیں اور فون بند کر دیا ...

جلد ہی اکرام اپنے ماتحتوں سمیت وہاں پہنچ گیا ... انہوں نے اسے

بتایا کہ ان کا پروگرام کیا ہے ... پینٹ کرنے والے شخص کو بھی انہوں نے ساتھ لے لیا ... اب پھر دیکھی گئی کوٹھیوں کا معائنہ شروع کیا گیا ... کسی کوٹھی میں ہال کمرہ نہ ملا ... سوائے ایک کے ... اور وہ کوٹھی تھی داراب شرجیل کی ...

اکرام نے ان کے اشارے پر ملازم کے ذریعے داراب کو بلوایا ... جب وہ یہاں پہنچے تھے ... اس وقت داراب گھر میں نہیں تھا ... ملازم نے فون پر ان کے بارے میں بتایا تھا اور پھر خود انہوں نے اپنے بارے میں بتایا تھا ... اور یہ کہ وہ کس لیے آئے ہیں ... اس طرح وہ دوبارہ اس کوٹھی میں داخل ہوئے تھے۔

پہلی مرتبہ انہوں نے ہال کمرے کا دھیان نہیں رکھا تھا اب انہیں وہاں ہال کمرہ صاف طور پر نظر آ گیا تھا... انہوں نے ہال کمرے کو غور سے دیکھا تھا اور اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی کہ وہاں فانوس لٹکا ہوا تھا یا نہیں ... اتارنے کے آثار بہرحال وہاں نظر نہیں آئے تھے ...

اس لیے انہوں نے سوچا ... داراب صاحب سے مل ہی لیا جائے... کیونکہ یہ پہلی کوٹھی تھی جس میں ہال موجود تھا ورنہ گلابی اور نیلے پینٹ والی کوٹھیاں تو ملی تھیں لیکن ان میں سے کسی میں ہال نہیں تھا۔

ملازم نے ان کے سامنے ہی داراب شرجیل کو فون کیا ... لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا:

'' فون پر رابطہ نہیں ہو رہا جناب ۔''

'' اچھی بات ہے ... ان کا نمبر ہمیں دے دیں ... ہم فون پر بات کر لیں گے یا ان سے ملاقات طے کر لیں گے ۔''

'' جی ٹھیک ہے ، نمبر لکھ لیں ۔''

انہوں نے نمبر نوٹ کر لیا اور وہاں سے گھر کی طرف روانہ ہوئے ... راستے میں وہ بار بار داراب شرجیل سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ... لیکن فون نہ ملا ... اس پر انہوں نے کہا۔

'' مجھے تو دال میں کالا نظر آتا ہے ۔''

''تو آپ اس ملازم سے یہ معلوم کر لیں کہ یہ داراب ہیں کہاں ۔''

''ہاں ٹھیک ہے ۔''

انہوں نے ملازم کے نمبر ملائے ... اس کا فون بھی بند ملا ... اب تو وہ چونک گئے ... انہوں نے گاڑی واپس موڑ لی اور اس پر اس کوٹھی پر پہنچ گئے ... انہوں نے دیکھا ... دروازہ بند تھا ... گھنٹی بجائی گئی ... لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا ... گویا اندر کوئی نہیں تھا ...

''چوٹ ہوگئی ... ''وہ بڑبڑائے ۔

'' جی ... وہ کیسے ۔''

''ہمیں ملازم کو قابو میں کر لینا چاہیے تھا اور اسی وقت اس سے پوچھنا چاہیے تھا کہ داراب کہاں ہے ... کیونکہ ان لوگوں کے غائب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہی وہ کوٹھی ہے جس میں اغوا کیے گئے لڑکے رکھے گئے تھے ۔''

''اوہ!'' وہ دھک سے رہ گئے ...

''خیر، کوٹھی تو وہ یہیں چھوڑ گئے ہیں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا اکرام کی طرف مڑے ...

''اندر داخل ہونے کا بندوبست کرو، پوری کوٹھی کو کھنگالنا ہے۔''

''بہت بہتر سر۔''

اکرام نے جلد ہی دروازہ کھلوا لیا ... اتنے میں آس پاس کے لوگ بھی وہاں جمع ہو چکے تھے ... انسپکٹر کامران مرزا نے ان سے پوچھ تاچھ شروع کی ... ''کوٹھی کس کی ہے بھلا۔''

''جی اس میں داراب شرجیل نامی شخص رہتا ہے لیکن دراصل کوٹھی اس کی اپنی نہیں ... اس نے کرائے پر لے رکھی ہے۔''

''بہت خوب! اور کوٹھی ہے کس کی۔''

''کوٹھی کے مالک شریف الدین چاولہ ہیں ... ان کی کوٹھی یہاں سے کچھ فاصلے پر ہے ... یہ والی بہرحال انہوں نے کرائے پر دینے کے لیے بنوائی تھی اور اس میں شروع سے اب تک کرائے دار ہی رہتے چلے آئے ہیں ... ان دنوں یہ صاحب رہ رہے ہیں۔''

''کیا ان کے بیوی بچے بھی ساتھ رہتے ہیں۔''

''جی ہاں! بیوی بچے بھی ساتھ رہتے ہیں۔''

''لیکن آج یہاں کوئی نہیں ہے ... ملازم بھی اب غائب ہے۔''

''اس بارے میں بھلا ہم کیا کہہ سکتے ہیں ... ویسے ان لوگوں نے

کبھی آس پاس کے کسی پڑوسی سے کوئی بات نہیں کی ... نہ کوئی لین دین کیا ہے ... مطلب یہ کہ یہ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھتے۔''

''ان سے پہلے کرائے دار کیسے تھے۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے کسی خیال کے تحت پوچھا ...

''وہ بھی محلے والوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔''

''ہم کوٹھی کے مالک سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''ان کی کوٹھی E بلاک میں ہے ... نمبر 199 یعنی گلستان کالونی ای بلاک کوٹھی نمبر 199۔''

''یہ گلستان کالونی کا بلاک G ہے ... کوٹھی کا نمبر 402 ہے۔''

''شکریہ ... بہت بہت۔'' انہوں نے کہا ... اب انہوں نے بلاک E کا رخ کیا ... E بلاک میں کوٹھی نمبر 199 تلاش کرنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی ... انہوں نے دیکھا ... وہ ایک شاندار کوٹھی تھی ... آصف نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبایا تو دروازہ کھول دیا گیا ... اور ایک بھاری بھرکم سا شخص باہر آگیا:

''جی فرمائیے!'' اس نے کہا۔

''ہمیں شریف الدین چاولہ صاحب سے ملنا ہے۔''

''تو میں آپ کو کون نظر آرہا ہوں۔''

''جب تک بتایا نہیں جائے گا ... کیسے اس سوال کا جواب دیا جا سکتا ہے جناب۔'' آفتاب مسکرایا۔

'' معقول بات۔'' اس نے سر ہلایا، پھر بولا: '' جی ... فرمایئے۔''

'' E بلاک میں آپ کی ایک کرائے کی کوٹھی ہے ... وہ ان دنوں خالی ہے یا کرائے پر چڑھی ہوئی ہے۔''

'' جی چڑھی ہوئی ہے۔'' اس نے کہا۔

'' اور جو صاحب رہتے ہیں ... ان کا نام داراب شرجیل ہے۔''

'' جی ہاں یہی نام ہے۔''

'' اس وقت کوٹھی کو تالا لگا ہوا ہے ... داراب صاحب غائب ہیں اور ان کا ملازم بھی غائب ہے ... ہمارا ان سے ملنا بہت ضروری ہے؟''

'' تو پریشانی کی کیا بات ہے ... کہیں باہر گئے ہوں گے ... اگر آپ کا خیال ہے کہ وہ اچانک بغیر اطلاع مکان چھوڑ کر چلے گئے ہیں تو یہ ناممکن ہے ... ان کا سامان کوٹھی میں موجود ہے ... انہوں نے مکان لیتے وقت رقم ڈپازٹ کرائی ہوئی ہے لہٰذا وہ کیسے غائب ہو سکتے ہیں ... کہیں گئے ہوئے ہوں گے۔''

''یہ تو پتا نہیں لیکن وہ غائب ہیں ... آپ فون کر کے دیکھ لیں۔''

'' میں اس کی کوئی ضرورت تو نہیں سمجھتا ... لیکن آپ کہتے ہیں تو میں ان کو فون کیے لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے موبائل پر نمبر ڈائل کیا ... اور دیر تک کوشش کرتے رہے ... آخر تھک کر کہہ اٹھا:

''جی نہیں ... رابطہ نہیں ہو رہا ... لیکن آخر اس سے فرق ہی کیا پڑتا ... کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی وجہ سے فون نہیں سنتے۔''

''جب کہ ہمارا ان سے ملنا بہت ضروری ہے ... کوٹھی کرائے پر دیتے وقت آپ نے اسٹامپ پیپر پر کرایہ نامہ لکھوایا تھا۔''

'' جی ہاں۔''

'' اس پر انہوں نے اپنا فون پتا لکھوایا تھا۔''

'' یہ تو میں اسٹامپ پیپر دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں ... ویسے یقیناً لکھوایا ہوگا کیونکہ اس کے بغیر کرایہ نامکمل ہی نہیں ہوتا۔'' اس نے منہ بنایا۔

'' اچھی بات ہے ...

''پہلے یہ بتائیں آپ کون ہیں اور یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔''

'' ہمارا تعلق خفیہ پولیس سے ... اکرام انہیں بتاؤ۔''

اکرام آگے آگیا اور اس نے بتایا کہ وہ کون لوگ ہیں ... اب اس نے پریشان ہو کر کہا: '' اچھی بات ہے ... آیئے۔''

وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا ... وہ اندر داخل ہوئے ... انہوں نے دیکھا ... ڈرائنگ روم بہت زبردست تھا ... ہر چیز سے دولت مندی ٹپک رہی تھی ... یوں لگتا تھا جیسے پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا ہو۔''

'' آپ کا ڈرائنگ روم بہت شاندار ہے۔''

''میں ایک کاروباری آدمی ہوں اور اچھی رہائش میرا شوق ہے۔''

''جی اچھا!''

وہ چلا گیا ... تو انسپکٹر کامران مرزا نے ان سب پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''کیا خیال ہے۔''

’’اب یہ بھی غائب نہ ہو جائے۔‘‘

’’میں نے چاروں طرف چار آدمی کھڑے کر دیے ہیں ...‘‘ اکرام نے فوراً کہا۔

چند منٹ بعد وہ اندر داخل ہوا ... پہلے اس نے کرایہ نامہ دکھایا ... اس کے مطابق داراب نے اسے چھ لاکھ ایڈوانس دیا تھا ... ایک لاکھ روپے کوٹھی کا کرایہ طے ہوا تھا ... داراب شرجیل کا آبائی پتا بھی اس میں درج کیا گیا تھا ... وہ پتا ایک گاؤں کا تھا ... انہوں نے موبائل فون کیمرے سے اس دستاویز کی تصویریں کھینچ لیں ... اس کے بعد انہوں نے کہا۔ ’’آپ کیا کام کرتے ہیں۔‘‘

’’باپ دادا کے زمانے کی دولت ملی ہوئی ہے ... اس شہر میں تقریباً سات آٹھ کوٹھیاں بنوا رکھی ہیں ... بس وہ کرائے پر دے رکھی ہیں ... اس سے تقریباً آٹھ دس لاکھ روپے ماہوار مل جاتے ہیں ... جو ہمارے لیے بہت کافی ہیں۔‘‘

’’آپ کے والد صاحب کا نام پوچھ سکتا ہوں ...‘‘

’’جی ہاں ! کیوں نہیں ... ان کا نام تھا ... ارسلان چاولہ ... ویسے سر چاولہ کہلاتے تھے۔‘‘

اسی وقت اس کوٹھی کے دروازے کی گھنٹی بجی۔

☆☆☆☆☆

فانوس

انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی شیشے کا کام کرنے والے مرکز میں پہنچے ... انہوں نے ایک بڑی دکان کے ذمے دار سے پوچھا۔

’’یہاں کوئی ادارہ فانوس بناتا ہے ... میرا مطلب ہے ... فانوس بنانے کا ماہر ہے کوئی۔‘‘

’’جی ہاں کیوں نہیں ... لیکن اب فانوس بہت کم لوگ بنواتے ہیں، ان کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے ... اس لیے بس پوری مارکیٹ میں ایک ہی ادارہ فانوس بناتا ہے ... وہ اس کام کے بہت ماہر ... ایسے ایسے فانوس بناتے ہیں کہ مغلیہ دور کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔‘‘

’’ہماری رہنمائی فرمائیں ... ہمیں وہاں تک پہنچا دیں۔‘‘

’’جی ضرور کیوں نہیں ... اس طرح آپ، کو تلاش کرنے کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی ورنہ بار بار پوچھنے کے بعد آئیں گے ... چلیے۔‘‘

’’آپ گاڑی پر آجائیں۔‘‘

’’اچھی بات ہے۔‘‘

انہوں نے اسے اگلی سیٹ پر اپنے ساتھ بٹھا لیا ... وہ راستہ بتاتا رہا، یہاں تک کہ اس نے کہا۔

''بس! ہم پہنچ گئے ... یہی وہ ادارہ ہے جو فانوس بناتا ہے۔''

''بہت بہت شکریہ ... ہماری طرف سے تھوڑا سا ہدیہ قبول کر لیں۔'' انسپکٹر جمشید نے جیب سے کوئی چیز نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ ... یہ کیا ... نہیں نہیں ... اس کی ضرورت نہیں۔''

''ہماری خوشی کی خاطر رکھ لیں۔'' انہوں نے ایسے لہجے میں کہا کہ اس نے وہ چیز لے لی ... اس پر نظر پڑی ہی اس کا رنگ اڑ گیا ... اس نے حیران ہو کر کہا۔

''یہ ... یہ تو بہت قیمتی معلوم ہوتی ہے جناب۔''

''کوئی بات نہیں ... بس آپ رکھ لیں اور ہاں ... آپ کی دکان والے آپ کی راہ دیکھ رہے ہوں گے ... لہذا آپ جائیں ... ان سے ہم خود بات کر لیں گے۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' اس نے کانپتی آواز میں کہا اور گاڑی سے اتر کر حیرت زدہ سا وہاں سے چلا گیا۔

''اسے کیا چیز دے دی انکل۔'' شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''مجھے پتا نہیں۔''

''جی ... کیا مطلب۔''

''جیب میں کچھ چیزیں تھیں ... ان میں سے ایک نکال کر اسے دے دی ... لہذا مجھے واقعی پتا نہیں وہ کیا چیز تھی ... جب باقی چیزیں دیکھوں گا، اس وقت پتا چلے گا کہ کیا چیز تھی۔'' انہوں نے بتایا۔

''لگتا ہے واقعی کوئی بہت قیمتی چیز تھی ... اسی لیے وہ بے چارہ بہت حیران تھا۔'' آفتاب نے خود بھی حیران ہو کر کہا۔

''چلو چھوڑو ... کوئی بات نہیں، کسی کو ایسی اچانک اور عجیب خوشی دینا بھی نیکی کا کام ہے۔'' انہوں نے کہا۔

ایک مناسب جگہ گاڑی روک کر اس ادارے کی طرف بڑھے ... انہوں نے باہر سے ہی یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ ایک بہت بڑا شوروم تھا اور اس میں خوب رونق تھی ... لوگ ان کے تیار کردہ فانوس ذوق اور شوق سے دیکھ رہے تھے ... وہ اندر داخل ہوئے تو کسی نے بھی ان کی طرف نہ دیکھا ... لوگ ان کو دیکھنے کے لیے آتے جاتے رہتے تھے ...

اس لیے وہ بھی ان کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے ... شوروم کے بالکل آخر میں انہیں ایک شیشے کا ہی بنا ہوا کاؤنٹر نظر آیا ... اس کے پیچھے عینک والے ایک صاحب بیٹھے تھے ...

''السلام علیکم۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''وعلیکم السلام ... فرمائیے سر! کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''ہم آرڈر پر ایک فانوس تیار کروانا چاہتے ہیں ... آپ کے پاس ڈیزائنوں والا کوئی البم یا فانوسوں کے ماڈل تو ہوں گے۔''

''جی بالکل ... آپ سامنے چلے جائیے ... سفید سوٹ میں جو صاحب بیٹھے ہیں وہ آپ کو دکھائیں گے۔''

''بہت بہتر۔''

اب وہ سفید سوٹ والے کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں ... اس نے انہیں عزت سے کرسیوں پر بٹھایا ... پھر کئی البم ان کے سامنے رکھ دیں ... وہ فانوس کی تصاویر کو دیکھنے لگے ...

پھر انسپکٹر جمشید خان رحمان کی طرف مڑے ...

''خان صاحب! آپ اپنی کوٹھی کے حساب سے پسند کریں۔''

''میں دیکھ رہا ہوں۔'' خان رحمان گھبرا کر کہا۔

اور وہ مسکرا دیے ... وہ فانوس دیکھتے چلے گئے ... آخر انہیں ایک فانوس پسند آگیا ... چنانچہ انہوں نے کہا۔

''ہم اپنی کوٹھی میں یہ فانوس لگوانا پسند کریں گے ... اس کی قیمت بتائیں اور اس کے بارے میں مزید باتیں بھی بتائیں۔''

''اس سلسلے میں آپ منیجر سے ملیں ... آرڈر وہ نوٹ کرتے ہیں اور قیمت طے کرتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے ... وہ کس طرف ملیں گے۔''

''اوپر والی منزل کا پہلا کمرہ ... لفٹ سے چلے جائیں۔''

''بہت بہت شکریہ!''

اب وہ منیجر کے کمرے میں داخل ہوئے ... منیجر نے باادب

انداز میں ان سے مصافحہ کیا ... ''فرمایئے! کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''ہم نے ایک فانوس پسند کیا ہے۔''

''ایک منٹ۔'' یہ کہہ کر اس نے متعلقہ شخص سے فانوس کا نمبر پوچھا... پھر اپنے پاس موجود کتاب میں سے نمبر نکال کر ان کے سامنے کر دیا ... ''یہی ہے۔''

''جی ہاں؟''

''اس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپے ہے ... لگا کر دینے تک۔''

''گلستان کالونی میں ایک کوٹھی میں جانے کا اتفاق ہوا تھا ... اس کوٹھی کے ہال میں ایک فانوس لگا ہوا ہے ... ظاہر ہے ... آپ کے ذریعے ہی لگوایا گیا ہوگا ... آپ کو اس کے بارے میں کچھ یاد ہے۔''

''ریکارڈ دیکھ کر بتا سکتا ہوں ... گلستان کالونی بتایا آپ نے۔''

''جی ہاں۔''

''ایک منٹ جناب۔'' اس نے کہا اور اپنے کسی ملازم سے بات کی... پھر فون کرتے ہوئے ان کی طرف مڑا۔

''وہاں جس ملازم نے جا کر لگایا تھا ... وہ ابھی آپ کے سامنے آجاتا ہے۔''

''بہت بہتر۔''

جلد ہی ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

''آؤ محمد منصور ... بیٹھو۔''

”جی شکریہ۔“

”گلستان کالونی کی کسی کوٹھی میں فانوس لگایا تھا تم نے۔“

”سر... جہاں تک یاد پڑتا ہے... دو سال پہلے کی بات ہے... میں نے خود وہاں لگوایا تھا۔“

”لیجیے! ان سے معلوم کر لیں۔“

”اس کوٹھی کا پتا ہمیں چاہیے... آپ کے ہاں اندراج ہوگا۔“

”جی بالکل... اندراج ہے... میں پتا آپ کو دے دیتا ہوں... آپ میرے ساتھ چلیں گے یا پتا اوپر ہی لے آؤں۔“

”ہم آپ کے ساتھ نیچے چلیں گے... لیکن پہلے ہم ایک آرڈر بک کرا لیں... ہاں تو منیجر صاحب اس کیا صورت ہوگی... ہمیں ایڈوانس کتنی رقم ادا کرنا ہوگی۔“

”ہم پچیس فیصد رقم پہلے لیتے ہیں... یعنی آپ کو تقریباً اڑتیس ہزار روپے جمع کرانا ہوں گے۔“

”خان رحمان! جمع کرا دو۔“

”جی اچھا۔“ انہوں نے کہا اور رقم ادا کر دی۔

”ہمیں آپ کے ان صاحب کی کچھ دیر کے لیے ضرورت ہے... ہم دراصل انہیں اس کوٹھی تک لے جانا چاہتے ہیں۔“

”جی ضرور لے جائیں... کوئی حرج نہیں۔“

”شکریہ... بہت بہتر۔“

انہوں نے رقم ادا کی اور ملازم کے سامنے شو روم سے نکل آئے...

”پہلے تو آپ کا نام معلوم ہو جائے۔“

”جی میں محمد منصور ہوں۔“

”آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے... ہم آپ کو لے جا رہے ہیں تو آپ کے وقت کی قیمت آپ کو دیں گے۔“

”جی کیا مطلب... میرے وقت کی قیمت... کون سا میرا وقت... میں ادارے کا ملازم ہوں... ادارے کے منیجر نے مجھے آپ کے ساتھ جانے کی ہدایت کی ہیں... لہٰذا وقت کی قیمت کیسی۔“

”یہ آپ کی اچھائی ہے... اور آپ کی بات سن کر خوشی ہوئی۔“

”میں خادم ہوں...“ وہ مسکرایا۔

اب انہوں نے محمد منصور کو گاڑی میں بٹھایا اور گلستان کالونی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے... آخر وہاں پہنچ کر انہوں نے کہا۔

”اب بتائیں، یہی کوٹھی ہے، جس میں آپ نے فانوس لگایا تھا۔“

”جی ہاں! بالکل یہی کوٹھی ہے۔“

”آئیے اندر چلتے ہیں۔“

”خیر تو ہے جناب۔“ اب محمد منصور نے قدرے گھبرا کر کہا۔

”ہاں! بالکل خیریت ہے... آپ کو ایک چیز دکھائیں گے اور بس اس کے بعد آپ کا کام ختم۔“

”جی ٹھیک ہے۔“

پھر وہ اسے اندر لے آئے ... اور آخر ہال میں داخل ہوئے... فوراً ہی مارے حیرت کے اس کے منہ سے نکلا۔

''ارے فانوس کہاں گیا۔''

''بس یہی دیکھنے کے لیے ہم آپ کو ساتھ لائے تھے ... ہماری طرف سے یہ چھوٹی سی رقم وصول کر لیں۔''

''نہیں جناب! یہ وقت فرم کا ہے اور میں فرم سے تنخواہ لیتا ہوں... اگر اپنا فارغ وقت آپ کے ساتھ لگایا ہوتا تو تب بھی یہ کوئی ایسا کام نہیں جس کا معاوضہ لیا جاتا ... آپ کا شکریہ۔''

''اچھی بات ہے ... ہم آپ کو شوروم تک پہنچا دیتے ہیں۔''

''ہاں! یہ البتہ کر لیں۔''

''آیئے چلیں۔''

اسے شوروم تک پہنچا کر اور اس کا ایک بار اور شکریہ ادا کر کے وہ پھر اس کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے ...

''اس کام کیلئے فانوس خریدنے کی کیا ضرورت تھی ابا جان۔'' آفتاب نے منہ بنایا۔

''یہ سودا بھی ہمارے لیے نقصان دہ ثابت نہیں ہو گا، اس لیے کہ ہم بنوالیں گے اور قیمت ادا کر دیں گے ... اسے گھر لا کر اخبارات میں برائے فروخت کا اشتہار دے دیں گے۔''

آخر وہ پھر اس کوٹھی تک پہنچ گئے ...

''اب ہم پھر یہاں کیوں آئے ہیں۔''

''اس لیے آئے ہیں کہ کم ازکم اس بات میں شک نہیں رہ گیا کہ وہ یہی کوٹھی ہے جس میں اغوا شدہ لڑکوں کو رکھا گیا تھا۔''

اتنا کہہ کر وہ اکرام اور اس کے ماتحتوں کو ہدایات دینے لگے ... جلد ہی انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا... انہوں نے ہال کمرے اور دوسرے کمروں سے نشانات اٹھوا لیے ... پھر انہوں نے شریف الدین چاولہ کا رخ کیا ... وہاں پہلے ہی ان کے ساتھی موجود تھے۔

''آپ نے اپنی گلستان والی کوٹھی جن صاحب کو دے رکھی تھی ... وہ شہر کے لڑکوں کو اغوا کراتا رہا ہے اور اغوا کر کے لڑکے اس کوٹھی میں رکھے جاتے ہیں یعنی کوٹھی کے ہال میں ... کوٹھی میں ہال ہے نا۔''

''جی ... جی ہاں ... ہال تو وہاں ہے۔'' اس نے سر ہلائے۔

''وہی ہال جس میں فانوس بھی ہے۔''

''جی فانوس ... کیا مطلب؟''

''یہ فانوس کیا آپ نے خود وہاں لگوایا تھا۔''

''فانوس ... نہیں ... میں نے تو وہاں کوئی فانوس نہیں لگوایا۔''

''کوٹھی آپ نے کتنی مدت پہلے کرائے پر دی تھی ... میرا مطلب ہے ... موجودہ کرائے داروں کو کب دی تھی۔''

''تین سال پہلے۔''

''تب وہ فانوس آپ نے نہیں، داراب شرجیل نے لگوایا تھا۔''

'' اوہ ... اوہ ... ۔''

'' شوق کی بات ہے ... پیسہ بہت ہوگا اس کے پاس ... اور جاتے وقت وہ فانوس کو ساتھ لے جانا نہیں بھولا ... اب ہال میں فانوس نہیں ہے ... آپ مہربانی فرما کر اس کے کاغذات ہمیں دے دیں ... ہم ان کے ذریعے اس تک پہنچنے کی کوشش کریں گے ۔''

'' جی اچھا ۔'' اس نے کہا اور اور اندر چلا گیا۔

واپس آیا تو کاغذات اس کے پاس تھے۔

''یہ لیں ... لیکن آپ یہ مجھے واپس کر دیجیے گا ... میرے پاس بھی تو یہ بات ریکارڈ میں ہونی چاہیے کہ وہ شخص میرا کرایہ دار تھا۔''

'' آپ فکر نہ کریں ... یہ آپ کو واپس مل جائیں گے ۔''

پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے ...

'' تو کیا اس سارے معاملے کا مرکزی کردار داراب شرجیل ہے...'' آصف نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

'' اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے ۔''

'' اور وہ غائب ہے ... ناٹی شاٹی بھی ایسے غائب ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔''

'' ہاں وہ بھی پھر نظر نہیں آئے ... کہاں یوں لگ رہا تھا کہ سارے شہر کو ہلا کر رکھ دیں گے۔''

'' میرا خیال ہے وہ کسی وجہ سے پس پردہ چلے گئے ہیں ورنہ وہ

چھپنے والے تھے نہیں ... ضرور وہ کوئی نئی منصوبہ بندی کر رہے ہیں ۔''

'' وہ دونوں اس قدر تیز کس طرح دوڑ لیتے ہیں۔''

''اس کا آسان حل یہ ہے کہ ہم ناٹی شاٹی کو گرفتار کرلیں اور پھر ان سے پوچھیں کہ اس قدر تیز کس طرح دوڑ لیتے ہیں ۔''

عین اس لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بجی ...

☆☆☆☆☆

ہم آ رہے ہیں

اسکرین پر محمود کا نام نظر آیا ... اور اس بات کی انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی ... انہوں نے فوراً موبائل آن کیا، دوسری طرف سے محمود کی آواز سنائی دی ...

'' السلام علیکم ابا جان ۔''

'' کہاں ہو محمود ... اللہ کا شکر ہے ... تمہاری آواز سنائی دی۔''

'' جی ہاں ابا جان... اللہ کا شکر ہے ... ہم اپنے گھر میں ہیں ۔''

'' ارے تم گھر پہنچ گئے ۔''

'' جی ہاں ! آپ بھی گھر آ جائیں۔''

'' ہم آ رہے ہیں ... '' انہوں نے پر جوش انداز میں کہا۔

جلد ہی وہ گھر پہنچ گئے... سب ایک دوسرے سے گرم جوشی سے ملے ... اس وقت شوکی نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

'' جب دیکھو ... دشمن کے قبضے میں چلے جاتے ہو ... کوئی ہاتھ پیر ہلایا کرو ہمت دکھایا کرو ۔''

'' تمہارا واسطہ نائی شاٹی سے نہیں پڑا ... اس لیے کہہ رہے ہو۔'' فاروق نے برا سامنہ بنایا ۔

'' چلو جب پڑ جائے گا، تب بات کر لیں گے تم سے ۔''

'' لڑنے کے لیے آئے ہو یا ہماری مدد کے لیے آئے ہو ۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

'' آئے تو مدد کرنے کے لیے ہیں ۔'' شوکی نے فوراً کہا۔

'' تو پھر لہجہ لڑائی جھگڑے جیسا کیوں۔'' فرزانہ مسکرائی ۔

'' واقعی ایسا تو نہیں ہونا چاہیے۔'' فاروق نے اس کا ساتھ دیا ۔

'' اتنی مدت بعد ملاقات ہوئی تو لہجہ لڑائی جھگڑے والا بھی نہ ہو۔'' آفتاب نے اسے گھورا ۔

'' ٹھہرو بھئی پہلے ہمیں ان سے بات کر لینے دو ۔'' انسپکٹر جمشید نے ہاتھ اٹھا کر سب کو خاموش کر دیا ... پھر انہوں نے پوچھا۔

'' اب بتاؤ تمہیں انہوں نے اغوا کرنے کے بعد کہاں رکھا تھا ۔''

'' ایک کوٹھی میں ۔''

'' اس کوٹھی کے جس کمرے میں رکھا گیا ... وہ کمرہ کیسا تھا ۔''

'' جی ایک ہال کمرہ تھا ... اس کی دیواروں پر گلابی پینٹ کیا گیا تھا اور دروازے پر نیلا رنگ تھا ... اور وہاں اس میں ایک فانوس بھی لٹک رہا تھا ۔''

'' اوہ اوہ ... تو انہوں نے تم لوگوں کو بھی اسی ہال میں رکھا تھا ۔''

''جی ... کیا مطلب !ہمارے علاوہ اور کن لوگوں کو اس ہال میں رکھا گیا ؟ ''محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''رانا فرزند کے بیٹے اور اس کے ساتھ جن لڑکوں کو اغوا کیا گیا۔''

''ارے ہاں ان سے بھی پتا کرتا ہوں کہ ان کا بیٹا آیا یا نہیں۔''

انہوں رانا فرزند جمالی کو فون کیا اور پوچھا۔

''احمد حسن واپس آگئے یا نہیں۔''

''نہیں تو ... آپ کو کس نے کہہ دیا۔''

''کسی نے نہیں، میرے بچے آگئے ہیں ، انہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔''

''اوہ ... تب پھر انہوں نے میرے بیٹے کو کیوں نہیں چھوڑا۔''

''یہ تو ہم ان سے پوچھیں گے ... اور آپ کے بیٹے کے لیے ہم سے جو ہو سکا کریں گے کیونکہ ...''

''کیونکہ کیا ؟''

''کیونکہ احمد حسن نے جرأت دکھائی ہے ، اس نے جرائم روکنے کی جرات مندانہ کوشش کی ہے ورنہ تو لوگ بزدل بن کر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں ... اگر ہمیں احمد حسن کے لیے جان کی بازی لگانا پڑی تو وہ بھی لگائیں گے ... ہم ٹائی شائی کا سراغ لگانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں ہماری کامیابی کا آغاز ہو چکا ہے۔''

''یہ سن کر اطمینان ہوا ... لیکن اصل خوشی تو مجھے اس وقت ہوگی جب میرا بیٹا آجائے گا۔'' رانا فرزند جمالی نے اداس لہجے میں کہا۔

''جی ہاں ... ہم محسوس کر سکتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے ... شکریہ۔'' انہوں نے فون بند کر دیا ...

اسی وقت گھنٹی بجی ، انہوں نے دیکھا ، فون اکرام کا تھا ...

''شاید کوئی اطلاع ہے۔''انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا، یہ کہہ کر انہوں نے بٹن دبایا۔ اکرام کی آواز آئی۔

''سر ... ہال میں اٹھائے جانے والے نشانات کو ریکارڈ میں چیک کیا گیا ... ان میں سے دو تین افراد کے نشانات مل گئے ہیں۔''

''بہت خوب اکرام ... تم ریکارڈ لے کر یہیں آ جاؤ ... محمود ، فاروق اور فرزانہ واپس آگئے ہیں۔''

''یہ اچھی خبر ہے ... میں آ رہا ہوں۔''

اور پھر اکرام وہاں پہنچ گیا ... اس نے ان تینوں افراد کا ریکارڈ ان کے سامنے رکھ دیا ... ان کے نام فرہاد خیالی ، ناظم بھٹائی اور تاجا کاکڑ تھے ...ان کی تصاویر بھی ریکارڈ میں محفوظ تھیں اور یہ تینوں ماہر جرائم پیشہ تھے ... بار بار جرائم کر کے سزائیں کاٹ چکے ہیں ... البتہ ریکارڈ میں ان کے پتے نہیں تھے۔

''یہ کیا بات ہوئی اکرام ...ان کے پتے کیوں نہیں ہیں۔''

''سر! یہ لوگ اپنے ٹھکانے بہت جلد جلد بدلتے ہیں ... جب ہم ان کے ٹھکانے پر جاتے ہیں تو پتا چلتا ہے ... یہ اب وہاں نہیں رہتے ... ہمیشہ کرائے کی جگہوں میں رہتے ہیں۔''

''مطلب یہ کہ ابھی ہم ان کے کسی ٹھکانے پر نہیں پہنچ سکتے ... ارے ہاں ایک بات ذہن میں آتی ہے اکرام۔''

''جی فرمایئے۔''

''جن جگہوں پر یہ لوگ رہتے رہے ہیں ... ان کو چیک کرنے میں کیا حرج ہے۔''

''جو حکم ... ان جگہوں کو چیک کرا لیتا ہوں۔''

''نہیں ... تم اپنے ماتحتوں کے ذریعہ چیک نہ کراؤ۔''

''تب پھر سر؟''

''ہم یہ کام خود کریں گے، تم ان کے سابقہ پتے ہمیں دے دو... ہم وہ پتے چیک کر لیتے ہیں۔'' انہوں نے کہا۔

'' آپ کا خیال ہے کہ اس طرح کوئی ٹھکانہ تلاش کر لیں گے۔''

''عین ممکن ہے۔'' وہ مسکرائے۔

انہوں نے وہ تینوں نام پتے نوٹ کر لیے، جن جن گلیوں میں وہ رہتے تھے، وہ پتے بھی انہوں نے نوٹ کر لیے ... اب وہ تین پارٹیوں میں بٹ گئے ... یعنی انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز ... یعنی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی ... انسپکٹر جمشید پارٹی کو فرہاد خیالی کو چیک کرنا تھا، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی کو ناظم بھٹائی کو اور شوکی برادرز کو تاجا کاکڑ کو چیک کرنا تھا...

اس کے ساتھ ہی ساتھ اکرام کی ذمے داری لگائی گئی تھی کہ وہ بل

بورڈ لگانے والے اداروں سے رابطہ کر کے پتا لگائے کہ چیلنج بنانے والی کمپنیوں کے بل بورڈ کہاں کہاں لگے تھے۔

انسپکٹر جمشید ٹیم فرہاد خیالی کے پتے پر پہنچی ... یہ ایک سادا سا مکان تھا... محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی تو اندر سے ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکلا... اس نے ان پر ایک حیرت بھری نظر ڈالی ... پھر گویا ہوا...

''جی فرمایئے۔''

انسپکٹر جمشید نے اپنا تعارف کروایا ... پھر بولے:

''ہمیں فرہاد خیالی سے ملنا ہے؟''

''کون ... کیا نام لیا آپ نے۔''

''فرہاد خیالی۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''غلط آگئے آپ ... یہاں کوئی فرہاد خیالی نہیں رہتا ... یہ تو ویسے بھی کسی شاعر کا نام معلوم ہوتا ہے۔''

''پہلے تو ضرور یہاں رہتے تھے ... کیا یہ مکان کرائے کا ہے۔''

''جی ہاں بالکل کرائے کا ہے۔''

''ہم آپ کو تصویر دکھاتے ہیں ... اگر آپ نے تو شاید انہیں نہ دیکھا ہو لیکن آس پاس کے لوگ ضرور بتا دیں گے۔''

''جی ٹھیک ہے ... مجھے تصویر دکھا دیں ... پھر میں آس پاس کے پڑوسیوں کو تصویر دکھا کر معلوم کر دوں گا۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

انہوں نے فرہاد خیالی کی تصویر اسے دے دی ... پہلے تو وہ اس تصویر کو دیکھتا رہا... پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''نہیں جناب! میں نے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا۔''

''چلیے پڑوسیوں سے پتا کر لیتے ہیں۔''

ساتھ والے پڑوسی کے دروازے پر دستک دی گئی...

ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکلا...

'' آیئے خالد صاحب۔'' اس نے پڑوسی کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

'' ان حضرات کا تعلق محکمۂ سراغ رسانی سے ہے ... یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس مکان میں کیا کبھی یہ تصویر والا شخص رہتا رہا ہے۔''

''لایئے ... دیکھ کر بتا دیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اس پڑوسی نے تصویر لے لی اور تقریباً ایک منٹ تک غور سے دیکھتا رہا، پھر اس نے کہا۔

'' یہ اسلام الدین ہے... واقعی اس مکان میں کرایہ دار تھا ... پھر اچانک مکان چھوڑ کر چلا گیا۔''

''آپ نے کیا نام بتایا، اسلام الدین۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''جی ہاں یہی نام تھا اس کا ... اللہ کی مہربانی سے میری یادداشت بہت اچھی ہے۔''

''بہت خوب!''

''جی ہاں یہی بات ہے... محلے کے لوگ اسے فرہاد خیالی کہا کرتے

تھے ... دراصل یہ شخص فلمی ہیروز کی طرح لمبے لمبے بال رکھتا تھا ... انھی کی طرح اکڑ اکڑ کر چلتا تھا ... لوگ جب اس سے کہتے بھئی تم بالکل فلمی ہیرو لگتے ہو تو وہ جواب دیتا ... اور میں ہوں بھی ... میرا فلمی نام فرہاد ہے لیکن میرا پورا نام فرہاد خیالی ہے۔''

''بہت خوب ... آپ کی یادداشت واقعی بہت اچھی ہے ... یہ یہاں اکیلا رہتا تھا یا بیوی بچوں اور گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ۔''

''جی نہیں ... بالکل اکیلا ... بیوی بچے تو اس کے تھے ہی نہیں۔''

''بہت بہت شکریہ ... کوئی اور بات جو آپ اس کی بتا سکیں۔''

''کوئی اور بات ...'' اس نے سوچنے کے انداز میں کہا۔

''جی ہاں ... اگر آپ کوئی اور بات بتا سکیں تو بہت مہربانی ہو گی ... کوئی ایسی بات جو آپ کو عجیب لگی ہو۔''

''ہاں ایک بات اس میں ایسی تھی تو سہی ... جب بھی گھر آتا تھا سیٹی بجاتا ہوا آتا تھا ... کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سیٹی بجاتے نہ آیا ہو۔''

'' اوہو ... یہ آپ نے بہت اچھی بات بتائی ... آپ کا شکریہ ... بس ایک بات اور بتا دیں ... اسے یہاں گئے کتنا عرصہ ہو گیا ہوگا۔''

''شاید دو سال۔''

'' بس شکریہ بہت بہت۔''

اور وہ وہاں سے چلے آئے ... آتے وقت انہوں نے مکان کے موجودہ کرائے دار کا بھی شکریہ ادا کیا۔

"فرہاد خیالی کے بارے میں یہ کام کی بات معلوم ہوگئی کہ وہ سیٹی بجانے کا عادی ہے۔"

"لیکن ابا جان ... بھلا وہ ہمیں کیوں کہیں ملنے لگا۔"

"لڑکوں کا اغوا کرنے والوں سے اس کا تعلق ہے اور ہم اس وقت اسی گروہ کی تلاش میں ہیں ... کیا خبر اس سے آمنا سامنا ہو جائے۔"

"ہوں ... آپ نے ٹھیک فرمایا۔"

"لہٰذا کیوں نہ ہم واپس اپنے گھر چلے۔"

"لیکن ہم ایک کام گھر جانے سے پہلے اور کر سکتے ہیں ابا جان۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"اور وہ کیا فرزانہ۔" وہ فوراً اس کی طرف مڑے۔

"ہم نے مالک مکان سے ملاقات نہیں کی ... ہمیں اس سے بھی تو ملنا چاہیے تھا ... کیا خبر وہ فرہاد خیالی کے بارے میں کچھ بتا سکے۔"

"ہاں واقعی ..." انہوں نے کہا

پھر وہ کرائے دار کی طرف مڑا۔

"اس مکان کے مالک کہاں رہتے ہیں ... کیا نام ہے، ان کا۔"

"ان کا نام بشارت حسین ہے ... محلہ باغ پورہ میں رہتے ہیں ... یہاں سے گاڑی پر دس منٹ کا راستہ ہوگا۔"

"آپ اگر ہمارے ساتھ چلے چلیں تو ہمیں مکان تلاش کرنے کے لیے ادھر ادھر نہیں جانا پڑے گا۔"

"میں حاضر ہوں۔"

"آیئے پھر اگلی سیٹ پر بیٹھ جایئے۔"

انہوں نے اسے بٹھا لیا اور اس طرح مالک مکان تک پہنچ گئے ... کرائے دار نے اسے ان لوگوں کے بارے میں بتایا ...

پولیس کا نام سن کر اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار آگئے ... اس کا نام بشارت حسین تھا۔"

"فرمایئے! آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"فرہاد خیالی ... آپ کا کرائے دار رہ چکا ہے ... پولیس کو اس کی تلاش ہے ... اس نے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر چند دولت مند ترین لڑکوں کو اغوا کیا ہے ... اور ان سے کروڑوں کی رقم ہتھیائی ہے۔"

"وہ میرا کرائے دار تھا اور بس ... میرا اس سے کیا تعلق بھلا ... تعلق بھی تو بس کرائے دار اور مالک مکان والا ہی تھا اور بس ..."

"بہرحال ممکن ہے کہ وہ کبھی وہ آپ سے رابطہ کرے ... ایسا ہو جائے تو ہمیں اطلاع کر دیجیے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ رابطہ کرے گا ہی کیوں ... خیر میں کس طرح آپ کو اطلاع کروں۔" وہ پیچھا چھڑانے والے انداز میں بولا۔

انہوں نے اکرام کا نمبر نوٹ کرا دیا ... پھر وہ وہاں سے واپس لوٹے ... ایسے میں ان کے موبائل کی گھنٹی بجی ... انجانا نمبر تھا ... انہوں نے بٹن دبایا تو دوسری طرف سے ایک گھبرائی ہوئی آواز آئی ...

''آپ ... آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔''

''جی ہاں فرمایئے ... کون صاحب بات کر رہے ہیں ؟''

''جو صاحبان اس وقت میرے سر پر موجود ہیں ... انہوں نے ہی آپ کا نمبر دیا ہے ... اور میں بات کر رہا ہوں عظمت گوارایہ۔''

''عظمت گوارایہ ...قومی اسمبلی کے سرگرم رکن۔''

''تو آپ مجھے جانتے ہیں۔''

''آپ مشہور شخصیت ہیں ...فرمایئے کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''جو دو حضرات ہیں ... انہوں نے کہا کہ آپ کو فون کروں۔''

''کیا مطلب ...کون ہیں وہ اور انہوں نے یہ کیوں کہا ہے۔''

''یہ آپ سے میرے ذریعے بات کرنا چاہتے ہیں ... مطلب یہ کہ خود اپنے منہ سے بات نہیں کرنا چاہتے ... نام ناٹی شاٹی بتائے ہیں۔''

''کیا !!!'' وہ چلائے۔

''ان کا کہنا ہے ... ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو آجائیں۔''

''ہم آ رہے ہیں ...'' انہوں نے پرزور آواز میں کہا اور اچھل کر کھڑے ہو گئے ...

☆☆☆☆☆

کیا مطلب

انہیں اس طرح اچھلتے دیکھ کر وہ بھی کھڑے ہو گئے اور سب تقریباً دوڑتے ہوئے گاڑی تک پہنچے ... دوسرے ہی لمحے وہ خان رحمان کی بڑی گاڑی میں اڑے جا رہے تھے ... اس وقت انسپکٹر جمشید نے کامران مرزا کا نمبر ملایا ... ان کی آواز سنتے ہی انہوں نے پرجوش انداز میں کہا۔

''کامران مرزا ... بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے۔''

''کیا ناٹی شاٹی سامنے آ گئے ؟'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں ! وہ اس وقت عظمت گوارایہ رکن قومی اسمبلی کی کوٹھی میں موجود ہیں ... آپ وہاں پہنچیں ... جس گاڑی پر ہیں، اس کا ڈرائیور جانتا ہے عظمت گوارایہ کا پتا۔''

''ہم یہیں سے پلٹ رہے ہیں ... اپنا کام درمیان میں چھوڑ کر۔''

''بس ٹھیک ہے ... میں شوکی برادرز کو فون کر رہا ہوں۔''

''بالکل ٹھیک۔''

موبائل آف کر کے انہوں نے شوکی کا نمبر ملایا ... اس کی آواز سنتے ہی بولے

''شوکی ! ناٹی شاٹی اس وقت قومی اسمبلی کے رکن عظمت گواریہ کی کوٹھی میں ہیں ... ہم وہاں پہنچ رہے ہیں ، کامران مرزا بھی پہنچ رہے ہیں ،کوٹھی اسٹریٹ نمبر تین، خیابانِ اورنگ آباد میں ہے ...تمہیں جو گاڑی لے آئی ہے ...اس کا ڈرائیور جانتا ہے ۔''

''ہم بھی وہاں پہنچ رہے ہیں۔''

''لیکن پہلے کوٹھی میں داخل نہ ہونا ... کہیں چوٹ نہ کھا جاؤ ۔''

''جی اچھا ... اگر پہلے پہنچ گئے تو باہر ٹھہر جائیں گے ۔''

''بس ٹھیک ہے ۔''

آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی چلاتے آخر وہ عظمت گواریہ کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے ... انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز ابھی تک نہیں پہنچے تھے ... اس پر انہوں نے کہا۔

''ہم پہلے ان کا انتظار کریں گے ... سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہے۔''

''جی ٹھیک ہے ۔'' تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

''پہلے معلوم کر لو جمشید ... اندر ہیں بھی یا نہیں ۔''پروفیسر داؤد نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''آپ کس بات پر پریشان ہیں ۔''

''میں تمہارے لیے پریشان ہوں جمشید ۔''

''کیا آپ میرے لیے خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔'' وہ مسکرائے ۔

''ہاں جمشید ۔''

''آپ کو میرے لیے پریشان نہیں ہونا چاہیے ... پہلی بات تو یہ ہے پروفیسر صاحب کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ ہے ...موت جب آئے گی ... اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جب تک موت کا وقت نہیں آ جاتا، کوئی مجھے مار نہیں سکتا ... باقی رہی یہ بات کہ ناٹی شاٹی انتہائی خطرناک ہیں اور آپ کو ان سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے تو ایسے خطرات تو ہماری زندگی میں آتے جاتے رہتے ہیں۔''

''ہاں جمشید !لیکن نہ جانے کیوں میں خوف محسوس کر رہا ہوں ۔''

''جب کہ میں بالکل خوف محسوس نہیں کر رہا۔'' انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

''پھر بھی جمشید تم میری ایک بات مان لو ... دیکھو میں نے تمہاری ہمیشہ ہر بات مانی ہے ... آج تم میری بات مان لو۔''

''اچھا فرمائیں ... آپ کیا کہتے ہیں ۔''

''میں جانتا ہوں جمشید ... تم میری بات نہیں مانو گے ... لیکن اس کے باوجود میں کہے بغیر رہ نہیں سکتا ... تم ناٹی شاٹی کے مقابلے پر نہ آؤ ... ایک طرف ہو جاؤ ... میں خود اس سے مقابلہ کر لوں گا ۔''

''کیا کہا آپ نے ... آپ خود مقابلہ کر لیں گے ناٹی شاٹی کا۔''

''ہاں جمشید ... میری بات سمجھنے کی کوشش کرو ... دیکھو ... میں ان

کے سامنے جاؤں گا ... اکیلا ... وہ مجھے دیکھ کر بھاگیں گے نہیں ... کمزور
خیال کر کے سامنے ڈٹ جائیں گے اور میں اپنا کام دکھا دوں گا ... اس
طرح ہم سب کو ان کے پیچھے مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں رہ
جائے گی۔''

یہاں تک کہہ کر پروفیسر داؤد خاموش ہوگئے ... وہ چند لمحے ان کی
طرف دیکھتے رہے، پھر انہوں نے کہا۔

''آپ نہیں جانتے ... وہ کتنے خطرناک ہیں ... ہم آپ کی زندگی
کو خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔'' انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

''اور جمشید ... ابھی تم کیا کہہ رہے تھے۔'' پروفیسر داؤد نے برا سا
منہ بنا کر کہا۔

''کیا کہہ رہا تھا۔'' انسپکٹر جمشید ہنسے۔

''یہ کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ ہے... جب تک میری موت
نہیں آ جاتی کوئی مجھے مار نہیں سکتا اور جب میری موت کا وقت آ جائے
گا تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا... تو یہی میں کہتا ہوں ...''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن ہم دشمن کو موقع کیوں دیں ... اور آپ
کو خطرے میں کیوں ڈالیں جب کہ ہم اس سے مقابلے کے لیے تیار
ہیں... زیادہ سے زیادہ آپ یہ کر لیں کہ ہمارے ساتھ آپ اندر چلیں
اور پہل آپ کر لیں ... ہم بالکل تنہا آپ کو نہیں جانے دیں گے۔''

''آپ نے میرے دل کی بات کہی۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً

کہا... وہ اسی وقت پہنچے تھے۔

''اور ہم سب کی بھی ... پروفیسر انکل! ہم ہرگز ہرگز آپ کو اکیلے
اندر نہیں جانے دیں گے۔''

''میں جانتا تھا یہی کہو گے ... دھت تیرے کی۔'' پروفیسر داؤد نے
جھلا کر کہا۔

اور وہ سب ہنس دیے ... پھر انسپکٹر جمشید نے عظمت گواریہ کا نمبر
ملایا... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی ...

''ہم لوگ آ گئے ہیں ... نائٹ شاٹی اندر ہیں یا جا چکے ہیں۔''

''وہ اندر موجود ہیں اور آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے ... ہم آ رہے ہیں۔''

''آپ لوگ سیدھے اندر آ جائیں ... رکنے کی ضرورت نہیں ...
اس وقت گارڈ کے علاوہ گھر کے باقی سب افراد اندر ہی ہیں۔''

''آپ کا مطلب؟ آپ کے کمرے میں۔''

''نہیں... کوٹھی کے باغ میں۔''

''اچھی بات ہے ... ہم آ رہے ہیں۔''

انہوں نے دیکھا، کوٹھی کا دروازہ کھلا تھا اور دور دور تک کوئی بھی
نظر نہیں آ رہا تھا... وہ بے دھڑک اندر داخل ہوگئے اور باغ والی روش
پر چلنے لگے ...انہوں نے پورا باغ گھوم ڈالا لیکن نہ تو نائٹ شاٹی نظر
آئے نہ عظمت گواریہ اور نہ ہی ان کے گھر کے افراد وہاں نظر آئے ...

انسپکٹر جمشید نے پھر ان کا نمبر دبایا تو ان کی آواز فوراً سنائی دی :

'' جی انسپکٹر جمشید ...''

'' ہم آپ کے باغ میں موجود ہیں ... آپ کہاں ہیں ... آپ نے تو بتایا تھا کہ آپ باغ میں ہیں اور نائٹ شائٹ بھی باغ میں ہیں۔''

'' ہاہاہا ... ہم باغ میں ہی ہیں لیکن تم لوگوں کو نظر نہیں آ رہے ... کوشش کرو اور ہمیں ڈھونڈ لو۔'' ان میں سے ایک کی آواز آئی۔

انہوں نے ادھر ادھر دیکھا ... باغ کا ایک چکر بھی لگایا لیکن ان میں سے کوئی نظر نہ آیا ... انہیں بہت حیرت ہوئی ... باغ اگرچہ کافی بڑا تھا لیکن اتنا بھی نہیں تھا کہ کچھ افراد چھپ جائیں اور نظر نہ آئیں ...

'' ہمیں تو آپ کہیں نظر نہیں آ رہے ۔''

''انسپکٹر جمشید ... آپ کی آنکھیں یا بٹن ...'' آواز آئی ۔

انہوں نے چونک کر اوپر دیکھا ... اور پھر کانپ گئے ... ایک درخت کی موٹی شاخ سے عظمت گواریہ بندھے ہوئے تھے ...

'' ارے باپ رے گواریہ صاحب ! آپ تو بندھے ہوئے ہیں، پھر آپ موبائل پر بات کس طرح کر رہے ہیں ۔''

'' آپ ذرا اوپر دیکھیں نا ... اور ادھر ادھر بھی دیکھیں ... ہم آپ کو نظر آ جائیں گے۔''

اب سب نے اوپر دیکھا ... اور پھر عظمت گواریہ کے ملازم اور گھر کے افراد مختلف درختوں کی شاخوں سے بندھے نظر آ گئے ...

'' اب بھی نظر آئے یا نہیں ۔'' موبائل میں آواز آئی ۔

'' آ گئے ۔''

''ہماری طرف سے یہ تحفہ قبول کر لو ... ملاقات بھی جلد ہوگی ... تم بھی کیا یاد کرو گے ... اور ہاں اب یہ بھی جان لو کہ جس وقت تم لوگ اندر داخل ہوئے تھے ہم اسی وقت یہاں سے نکل گئے تھے ۔''

'' ارے باپ رے ... اس کا مطلب ہے نائٹ شائٹ جا چکے ہیں ... وہ ان سب کو باندھ کر چلے گئے تھے ... وہی اس وقت درمیان میں عظمت گوراپا کی آواز میں ہم سے بات کرتے رہے''

آخر انہوں نے درختوں پر چڑھ کر ان سب کو ٹٹولا ... نائٹ شائٹ نے ان کے منہ بھی بند کر دیے تھے ... اسی لیے وہ چیخ چلا نہ سکے اور انہیں فوراً نظر نہ آ سکے ۔

''یہ ... یہ کیا ہوا ... نائٹ شائٹ تو جا چکے ہیں ۔''

''جی کیا مطلب ... یعنی پہلے انہوں نے آپ لوگوں کو باندھا ... پھر آپ سے فون کرایا ۔''

'' ہاں ! ''

''دھت تیرے کی ۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

''یہ تو کچھ بھی نہ ہوا ۔'' فاروق جل کر بولا۔

''یہ نہیں کہا جا سکتا ۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔

'' کیا کہا آپ نے ۔''